خلیفۂ حضور مفتی اعظم

اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف

کے احوال وملفوظات کا ایمان افروز مرقع

انوارِ اشرف الفقہاء

مرتب: مولانا سرفراز احمد ازہری

(پرنسپل: دار العلوم انوار رضا، نوساری)



ناشر: دار العلوم انوارِ رضا نوساری گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفۂ حضور مفتی اعظم اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمہ
کے احوال وملفوظات کا ایمان افروز مرقع

انوارِ اشرف الفقہاء

مرتبین
مولانا سرفراز احمد ازہری ☆ غلام مصطفیٰ رضوی

ناشر: دار العلوم انوار رضا، نوساری گجرات

نام	:	انوارِ اشرف افقہاء
موضوع	:	اشرف الفقہاء کے احوال، خدمات و مجالس
مرتبین	:	مولانا سرفراز احمد ازہری/ غلام مصطفیٰ رضوی
حسبِ فرمائش	:	شہزادۂ اشرف الفقہاء حافظ تحسین اشرف رضوی
		عزیز العلماء مولانا غلام مصطفیٰ قادری برکاتی، نوساری
اشاعت بموقع	:	عرس حضور اشرف الفقہاء
تعداد	:	۱۱۰۰ (گیارہ سو)
سن اشاعت	:	۱۴۴۷ھ/ ۲۰۲۶ء
صفحات	:	۹۶
مطبع	:	رضا آفسیٹ، ممبئی ۳
ناشر	:	دارالعلوم انوارِ رضا، نوساری

ملنے کے پتے

[۱] دارالعلوم انوارِ رضا، رضا پارک، نوساری

[۲] نوری میڈیکل، شانتی نگر ناگپور

[۳] نوری مشن، مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد مالیگاؤں

نشانِ منزل

نقوشِ خدمات

مجالس حرم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اپنی بات

حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پیکر علم و عمل تھی۔ ان کی تربیت عظیم ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ وہ حضور مفتی اعظم کی صحبت بابرکت میں مدتوں رہے۔ فیض خاص سے نوازے گئے۔ خلافت بھی پائی اور سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے عظیم شیخ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ ان کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھنے والا بڑا خوش نصیب ہوتا۔ دل و دماغ معطر ہو جاتے۔ ایمان تازہ ہو جاتا اور عقیدہ و عقیدت کی جِلا کا سامان مہیا ہوتا۔ میں نے مدتوں صحبت بابرکت پائی، سفر و حضر میں ساتھ رہا۔ انھیں عظیم پایا، صاحبِ تقویٰ پایا۔ ان کی ساعتیں بھی بڑی متاثر کن ہوتیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے ہمیشہ مستعد رہے۔ عوام کی شرعی رہنمائی فرماتے رہے۔ بکثرت افراد آپ کے دست اقدس پر تائب ہوئے اور قادریت کے جام سے سرشار ہوئے۔

حضور اشرف الفقہاء کی حیاتِ مبارکہ میں میری خواہش تھی کہ آپ کی خدمات پر کتاب کی اشاعت کی جائے، قدرت کو منظور تھا کہ یہ کام بعد از وصال ہو۔ بحمدہٖ تعالیٰ دارالعلوم انوار رضا نوساری نے حضور اشرف الفقہاء کی خدمات پر ''معارف اشرف الفقہاء'' شائع کیا جو بہت مقبول ہوا۔ متعدد کتابیں مولانا سرفراز احمد ازہری برکاتی کی نگرانی میں شائع ہوئیں، ان کی ترتیب میں غلام مصطفیٰ رضوی، ڈاکٹر مشاہد رضوی کی معاونت رہی۔

الحمدللہ! امسال عرس اشرف الفقہاء پر ''انوارِ اشرف الفقہاء'' کی اشاعت ہو رہی ہے۔ یہ مجموعۂ مضامین محض چند دنوں میں مرتب ہوا۔ ان شاء اللہ! حضور اشرف الفقہاء کی خدمات پر مستقبل میں متعدد جہتوں سے اشاعتی کام منظر عام پر لائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ! ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کی مزید خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خادم اشرف الفقہاء **غلام مصطفیٰ قادری برکاتی، مکہ مکرمہ**

ناگپور کے بڑے مولانا صاحب

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء، ادارۂ شرعیہ، بہار پٹنہ

ناگپور ہندوستان کا ایک مشہور نارنگی شہر ہے جو کبھی صرف سنترے سے مشہور تھا، مگر اب اس کی شہرت کی وجہ ''دارالعلوم امجدیہ ناگپور'' بھی ہے، جس کے بانی اشرف الفقہاء حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی ہیں ۔ یہ شہر جہاں آر ایس ایس کے گڑھ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سیاسی اعتبار سے چرچے میں رہتا ہے اسی طرح اہل سنت کے ممتاز ومفتخر علما کے مسکن ہونے کے سبب بھی مذہبی حلقوں میں موضوع سخن رہتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ ناموں کا بہت اثر پڑتا ہے، سو ناگپور کی پانچ سالہ تعلیمی زندگی کے دوران تو مجھے ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا، مگر اشرفی رضوی تنازع، پھر دعوت اسلامی کی حمایت ومخالفت اور بعد میں رضوی اشہری چپقلش نے واقعی ثابت کر دیا کہ ناگ اور پور کا یہ مرکب لفظی، علما، صلحا کے ساتھ کئی طرح کے زہروں کی بھی آماج گاہ ہے، جہاں فرد کو جوڑ کر جماعت بنانے کی جدوجہد کے بجائے جماعت کو توڑ کر فرد بنانے کی مہم زیادہ ہونے لگی ہے۔

میں نے یہاں زندگی کے پانچ سال (۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۹ء) گزارے ہیں ، یہ شہر اہل علم کا ہے، اہل ثروت کا ہے، اہل دل کا ہے، یہاں کی فضا محبت والی ہے، لوگ محبت سے ملتے ہیں اور ٹوٹ کر ملتے ہیں۔ میں نے اس شہر میں پانچ سالوں کے اندر اہل سنت کی بالا دستی ، جامعہ عربیہ کے قدیم اثرات ، امجدیہ کے عروج کا چمکتا ہوا سورج ، شطرنجی پورہ کے دارالعلوم بغدادیہ کی تدریسی ہماہمی ، اہل سنت کے علما کی شانِ زیبائی، مومن پورہ محلہ کی

جگمگاتی ہوئی راتیں، اورسب سے بڑھ کر اہلِ ناگپور کے دلوں پر حضرت بابا تاج الدین علیہ الرحمہ کی حکومت کا انوکھا انداز، سب کچھ دیکھا۔ ہزاروں رنگ ہیں ناگپور کی یادوں کے، جو ستاروں کی طرح ذہن کے پردہ پہ جگمگا رہے ہیں۔طبیعت چاہتی ہے، ان رنگوں کو سمیٹوں اور کوئی ایسا پیکر محسوس تیار کروں جس میں ماضی کے وہ سارے خوش گوار لمحات قید ہوجائیں جن کے تصور سے بھی ذہن میں روشنی کی کرن نمودار ہوجاتی ہے، مگر مصروفیت بھری اس زندگی میں اب وہ فرصت کے لمحات کہاں ؟اب تو زندگی بس اسی شعر کی مانند ہوگئی ہے۔

نہ چھیڑ اے نکہت بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

۱۹۸۵ء میں جب میں امجدیہ پہنچا تو یہاں بڑے بڑے علما کو دیکھنے، ان سے ملنے اور فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ علما سے آباد اور طلبۂ مدارس سے لہلہاتی ہوئی یہاں کی فصلِ بہار بہت سے شہروں کے لیے قابلِ رشک تھی...... یہ ہمارے بڑے مولانا صاحب ہیں جو شہر میں اشرف الفقہاء مفتی مجیب اشرف رضوی سے زیادہ ''بڑے مولانا صاحب'' سے مشہور ہیں، یہ ہمارے حضرت '' سید صاحب'' قبلہ ہیں، بارعب شخصیت کے مالک اور امجدیہ کے نظم ونسق کے مستند ذمہ دار، جن کا اسم گرامی تو سید محمد حسینی ہے، مگر شہر میں سینکڑوں سید ہونے کے باوجود علی الاطلاق ''سید صاحب'' آپ ہی ہیں، کوئی دوسرا نہیں۔ یہ ممتاز فقیہ وخطیب مفتی عبدالحلیم رضوی اشرفی ہیں جن کا وجود شہر ناگپور کے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا اور جن کی سرپرستی نے دعوت اسلامی کے متزلزل وجود کو استحکام بخشا، یہ مفتی ناظر اشرف صاحب ہیں جنھوں نے دارالعلوم بغدادیہ سے دارالعلوم اعلیٰ حضرت تک مجاہدانہ انداز میں مسلک ومذہب کی ناقابل فراموش خدمتیں انجام دی ہیں، پھر امجدیہ کے یگانۂ

روزگار اساتذہ حضرت مولانا نسیم احمد اعظمی،حضرت مفتی منصور احمد رضوی بھاگل پوری،حضرت مولانا ابوالقیس رحمانی کا وجود مسعود اپنی جگہ مسلّم ہے۔اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ناگپور کی فضا اس وقت علمی اعتبار سے کتنی مشک بار و زعفران زار رہی ہوگی،مگران تمام بڑے بڑے علما میں''بڑے مولانا صاحب'' کی ذات ایک ہی تھی،یعنی اشرف الفقہاء حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

بڑے مولانا صاحب،یوں ہی بڑے مولانا نہیں تھے،ان کی شخصیت کا مجموعی تاثر انھیں''بڑے مولانا صاحب'' کہلواتا تھا۔ان کا علمی وزن ،فقہی طمطراق ،خطیبانہ آہنگ اور وجیہ و پرکشش چہرہ''وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے'' کا مصداق تھا۔وضع قطع عالمانہ کے ساتھ منفرد بھی تھا،خاص کر ٹوپی کے اوپر ان کے رومال لپیٹنے کا خاص انداز تھا،جس سے ان کی شخصیت کی جاذبیت کچھ اور بڑھ جاتی تھی۔اس رومال سے بھی حضرت بڑے بڑے کام لیتے تھے۔امجدیہ میں کسی طالب علم کو بلانا ہوتا تو اس کے پاس صرف اپنا رومال بھجوادیتے،اگلے ہی پل بندہ ان کے حضور کھڑا نظر آتا۔عجب کشش اور رعب تھا اس رومال میں بھی۔سر پہ لپیٹ لیں تو حسن دوبالا،طالب علم کے پاس پہنچ جائے خوف سے زندگی تہہ و بالا۔

بڑے مولانا صاحب کی شخصیت بڑی پرکشش اور جاذب نظر تھی۔آپ جہاں ہوتے وہیں ایک مجلس سج جاتی،دیکھنے والے دیکھتے،سننے والے سنتے،سب کے حصہ کی چیز وہاں موجود ملتی۔یہ ہماری کم نصیبی تھی کہ باضابطہ آپ کے درس میں بیٹھنے کا موقع نہیں ملا،کہ اس وقت تک ان کی مصروفیات کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تھا اور سال کا بیش تر حصہ آپ کو تبلیغ دین،اشاعت سنیت اور فروغِ سلسلۂ رضویہ کے سلسلہ میں شہر سے باہر گزارنے ہوتے تھے،مگر جن حضرات کو بھی ان کے درس میں بیٹھنے کا موقع ملا انھوں نے حسب ذوق

وجذب اپنا اپنا وافر حصہ پایا اور وقیع شخصیت کا حامل کہلائے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ہمیں باضابطہ پڑھنے کا تو موقع نہیں ملا اور نہ ہماری جماعت کے قدیم طلبہ جن میں مولانا سید شاکر حسین رضوی، مولانا سید فہیم بابا، مولانا سید انور پاشا، مولانا نجم الاسلام اشرفی، مولانا سید مخدوم، مولانا رفیق الاسلام، وغیرہ ابھی یاد آرہے ہیں؛ کسی نے بھی شاید نہیں پڑھا مگر اس کے باوجود سب کے دل میں بڑے مولانا صاحب سے محبت وعقیدت رچی بسی تھی، حضرت سب پہ مہربان تھے، سب پہ شفقت فرماتے تھے، قریب کے سفر میں ساتھ بھی لے جاتے تھے۔ایک بار مجھے بھی حضرت قاری ہارون رضوی صاحب کی فہمائش پر حضرت کے ساتھ ''آکولہ'' (علاقہ برار) جانے کا اتفاق ہوا۔امجدیہ (محلہ گانجہ کھیت) سے رکشہ پر بیٹھا، رکشہ کا سفر شروع ہوتے ہی امجدیہ کی تعلیمی سرگرمیوں سے متعلق حضرت کے سوالات کا سلسلہ شروع ہوگیا: کس جماعت میں ہو، کون سی کتاب کن کے پاس ہے، تعلیم کیسی ہورہی ہے، کتابیں سمجھ میں آتی ہیں؟ کون مدرسین وقت پہ آتے ہیں، کھانا کیسا مل رہا ہے۔کسی کو کوئی شکایت تو نہیں، یعنی ایک مربی گارجین اور سرپرست کی حیثیت سے جیسی نگاہ مدرسہ پہ ہونی چاہیے ہر پہلو سے جائزہ لے لیا حضرت نے۔ میں نے بھی بغیر لگی لپٹی جو سچ تھا سامنے رکھ دیا۔اسٹیشن پہنچا تو حضرت نے ٹکٹ لانے کے لیے پیسے دے کر بھیجا، میں نے پوچھا کہاں ٹکٹ لینا ہے حضرت؟ جواب آیا... آ... کو... لہ... اتنا واضح، صاف اور ''ٹھہر ٹھہر کر'' کہ ایک ایک حرف ذہن کے پردہ پہ چپک سا گیا ہے۔جب'' آکولہ'' پہنچا، فرمایا: کون کون سی کتاب پڑھتے ہو؟ بتایا تو فرمایا: اصول الشاشی'' مدرسہ میں ہوگی، لے کر آؤ۔کتاب حاضر کی، سبق بتایا، حضرت نے پڑھایا اور کیا خوب پڑھایا، آج تک وہ سبق و المطلقات یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء حاشیہ ذہن میں محفوظ ہے۔خود سمجھنا اور ہے اور طلبہ کے ذہن میں بڑی آسانی سے

بات اُتار دینا اور۔ حضرت بڑے مولانا صاحب کو واقعی اس میں ملکہ حاصل تھا۔

بڑے مولانا صاحب بڑے عمدہ خطیب تھے اور گفتگو دلائل و براہین سے بھرپور ہوتی تھی ،جس آیت کی تلاوت کی گویا اس کی تفسیر سامع کے ذہن وفکر میں اُتار دی۔ موقع کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت کا کوئی شعر پڑھا تو تشریح ایسی کی گویا شرح کلام رضاؔ میں ملکہ تامہ حاصل ہے۔

۱۹۸۹ء میں میری تعلیم مکمل ہوگئی، تو میں پٹنہ بہار کی ایک درس گاہ ''الجامعۃ الرضویہ'' میں بحیثیت مدرس بحال ہوگیا اور بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے عالم کرنے کے بعد مگدھ یونی ورسٹی سے ایم اے کرنے لگا۔ اسی درمیان حضرت کا ایک خط موصول ہوا کہ آپ ''دارالعلوم انواررضا نوساری گجرات'' آجائیں۔ یہ میری خوش نصیبی اور حضرت کا اعتماد تھا کہ پڑھانے کے لیے حضرت نے اپنے قائم کردہ تعلیمی ادارہ کے لیے طلب فرمایا، مگر میں چوں کہ پٹنہ میں ایم اے کررہا تھا اور اس کے بعد اعلیٰ حضرت پہ پی ایچ ڈی کرنے کا ارادہ تھا، حضرت کی بارگاہ میں یہی عذر پیش کیا جو مسموع ہوا کہ معاملہ میری تعلیم سے جڑا ہوا تھا۔

۲۰۰۳ء کا سال میرے لیے بڑا یادگار ثابت ہوا۔ میں نے خطیب الہند حضرت مولانا ابوالحقانی صاحب کے توسط سے ۲۰۰۳ء میں ممبئی سے حج کا فارم بھرا، ناگپور سے اسی سال ہمارے دوست مولانا مستقیم احمد رضوی نے بھی بڑے مولانا صاحب کے ساتھ سفر حج کے لیے فارم بھرا اور خوش نصیبی سے مکہ مکرمہ کے ایک ہی علاقہ میں ہم سبھی کا قیام بھی ہوا۔ میرا معاملہ اپنے بھائی کے یہاں جانے کا تھا جو یہیں فیملی کے ساتھ رہتے تھے، مگر مولانا مستقیم احمد رضوی سے ملاقات کے بعد ''اب کیا قدم بڑھاؤں تجھے دیکھنے کے بعد'' والا معاملہ ہوگیا، ہم لوگ ساتھ رہنے لگے، رفتہ رفتہ ایک قافلہ بن گیا احباب ومخلصین

کا، ایک ساتھ رہنا، عمرے کرنا، طواف کی برکتیں سمیٹنا اور اس پر مستزاد یہ کہ بڑے مولانا صاحب کے ساتھ یہاں کے ہوٹلوں میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شریک ہونا، ساری بہاریں اکٹھی مل گئیں۔ بڑے مولانا صاحب کی مقبولیت کا اندازہ یہاں بھی ہوا۔ لوگ حضرت سے ملنے آتے، مرید ہوتے، مسائل پوچھتے، گویا ایک سماں بندھا رہتا۔ خاص کر عشا کی نماز کے بعد مقام ''ام ہانی'' میں حضرت کے ساتھ بیٹھنا، خانہ کعبہ کی زیارت کے ساتھ دنیا بھر کے علماے اہل سنت سے ملاقاتیں کرنا، الگ ہی کیفیت کا حامل ہوتا وہ لمحہ، کون بھول سکتا ہے ان پر کیف لمحات کو۔ یاد آتے ہی ایسا لگا جیسے ع

دل کے آنگن میں مہک اٹھے ہیں زخموں کے گلاب

آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے ہم لوگوں کو منیٰ کے لیے نکلنا تھا، مشورہ ہوا کہ حضرت کی سربراہی میں ہم لوگ پیدل منیٰ جائیں، ہر قدم پہ سات سو نیکیوں کا ثواب کون چھوڑنے والا تھا، سب تیار ہوئے اور حضرت کے ساتھ رحمت الٰہی کے سایہ میں ہمارا قافلہ منیٰ کے لیے روانہ ہوا۔ خاص بات یہ تھی کہ سفر کے دوران حضرت ہر مقام کی تاریخی اہمیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت اور صحابۂ کرام کی اس سے وابستہ جاں نثاری کی داستان اس طرح بتاتے جارہے تھے جیسے آپ سارے واقعات کے عینی شاہد ہوں۔ شعب ابی طالب سے گزرتے ہوئے وہاں کی ایسی منظر کشی کی حضرت نے کہ، آنکھیں چھلک پڑیں اور تین سال تک پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہونے والے مظالم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ انھیں پاکیزہ فضاؤں میں لبیک پڑھتے اور درودوں سے فضا کو معطر کرتے ہم لوگ منیٰ پہنچ گئے۔ کل ہو کر وقوف عرفہ کا فریضہ ادا کیا، حضرت کی اقتدا میں وہاں ظہر وعصر کی نماز پڑھی، پھر حضرت نے ایسی رقت آمیز دُعا فرمائی کہ پورا وجود احساس جرم کے ساتھ مغفرت کے احساس سے بھی شرابور ہو گیا اور واقعی یہ لگا کہ ہم گناہوں سے پاک وصاف ہو

گئے۔

حضرت سے وابستہ ڈھیر ساری یادیں ہیں جو رہ کر نوکِ قلم پہ آنا چاہتی ہیں، لفظوں کے پیکر میں ڈھلنا چاہتی ہیں تا کہ ذہن میں مقید رہنے کے بجائے ہزاروں آنکھوں کا سرمہ احساس بن جائیں مگر اب وقت کی طنابیں سمٹ گئی ہیں، کل غلام مصطفیٰ رضوی صاحب کتاب پریس بھیجنے والے ہیں، اس لیے جذبات سنبھالتے ہوئے اپنی بات یہیں ختم کرتا ہوں، ویسے یہ عجیب اتفاق ہے کہ آج ذی الحجہ کی آٹھویں شب یہ تحریر لکھتے لکھتے وقت کی سوئی پھر وہیں پہنچ گئی ہے، جہاں ۲۰۰۳ء میں مکہ سے منیٰ پہنچنے کی تیاری ہو رہی تھی۔ اللہ رب العزت حضرت اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف رضوی علیہ الرحمۃ الباری کی خدماتِ جلیلہ قبول فرمائے۔

آج حضرت بظاہر ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر ان کی خدمات کے گہرے نقوش ہر موڑ پہ ہمیں ان کے ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔ جامعہ امجدیہ ناگپور، دار العلوم انوار رضا نوساری گجرات، ان کے علاوہ وہ ادارے جن کی سرپرستی آپ نے فرمائی، ان کے جید و نامور تلامذہ بالخصوص ان کے نگاہِ فیض کے تربیت یافتہ اور خلیفہ و مجاز حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری برکاتی، سب اسی جلوے کی متنوع جھلکیاں ہیں جو ببانگ دہل کہہ رہی ہیں ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما



حضور اشرف الفقہاء کی تصنیفی خدمات

ڈاکٹر محمد ہاتف رضا، دھولیہ

تصنیف و تالیف کی اہمیت:

تصنیفات و علمی آثار کسی بھی قوم اور روایت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہوتی ہیں۔ اقوام کی فکری شناخت اور علمی وراثت ان کی کتابوں اور تحریروں کے ذریعے ہی محفوظ رہتی ہیں۔ آج تاریخ کے صفحات پر صرف وہی قومیں زندہ و جاوید ہیں جنھوں نے اپنے نظریات اور افکار کو مدون کیا، جب کہ جنھوں نے اپنے نظریات کو مدون نہیں کیا ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ اگرچہ تقاریر بھی تبلیغ دین کا ایک اہم ذریعہ رہی ہیں لیکن تصانیف کی اہمیت ان سے بالاتر ہے، کیوں کہ صدائیں فضاؤں میں بکھر جاتی ہیں، قلم کی سیاہی صدیوں کے فاصلے طے کر کے بھی آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچاتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں انبیاے کرام علیہم السلام کے بعد علماے کرام و اولیاے عظام کی سب سے بڑی خدمت "تصنیف و تالیف" رہی ہے، جس کے ذریعے اسلام کی اصل روح محفوظ رہ کر آنے والی نسلوں تک پہنچتی رہی ہے۔

حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی تحریر کی اس افادیت و قوت کو محسوس فرمایا اور اپنی تصانیف کے ذریعے دینی شعور مستحکم کرنے پر زور دیا۔ آپ کے نزدیک تقریر اور تحریر دونوں اپنی جگہ اہم ہیں، مگر خدمت دین کے حوالے سے تحریر کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے خود رقم طراز ہیں:

''تقریر کا اثر وقتی اور ہنگامی ہوتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ طریقہ بے

کار ہے بلکہ کبھی تقریر تحریر سے زیادہ مفید اور مؤثر ہوتی ہے۔ مگر تقریر میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس سے اتنے ہی لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں جتنے لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ تقریر ایک وقتی چیز ہے۔ وہ محفوظ نہیں رہتی، مگر تحریر مؤثر اور مفید ہونے کے ساتھ ساتھ محفوظ اور باقی رہنے والی ہے۔ اس سے ہر پڑھا لکھا شخص خود پڑھ کر اور اَن پڑھ سن کر ہمیشہ اور ہر وقت فائدہ حاصل کر سکتا ہے، میرے نزدیک عوام کی مذہبی خدمت کرنے کا یہ طریقہ زیادہ اچھا اور پائیدار ہے۔''

(منیر الایمان فی فضائل شعبان، تقریظ، ص ۱۰)

حضور اشرف الفقہاء بحیثیت مصنف:

حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ والرضوان جہاں میدانِ خطابت کے شہ سوار تھے، وہیں میدانِ کتابت کے غازی اور مجاہد بھی تھے۔ آپ کی شخصیت علم و عمل کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا ایسا سنگم تھی کہ آپ کو ہر دو میدانوں میں نمایاں مقام عطا ہوا۔ مسلسل تبلیغی اسفار، سفر و حضر کی صعوبتیں، دینی مصروفیات، روزانہ محافلِ وعظ و نصیحت اور عوامی رابطوں کے باوجود آپ نے تصنیف و تالیف کے عمل کو کبھی نظر انداز نہ کیا، ضرورت کے مطابق اپنی دیگر مصروفیات کے باوجود قلمی خدمات بھی انجام دیں۔ چنانچہ سفر و حضر کی ان ہی مصروف ترین گھڑیوں میں آپ کے قلم سے متعدد قیمتی تحریریں وجود میں آئیں جو آج علمی دنیا میں اپنی افادیت کا لوہا منوا رہی ہیں۔

آپ کی قلمی کاوشات کا دائرہ وسیع ہے۔ ان میں فقہی مسائل، اصلاحی موضوعات، روحانی تعلیمات، سوانحی نقوش اور خطبات کے مجموعے شامل ہیں۔ ان کتابوں میں نہ صرف فقہی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے بلکہ عوام کی اصلاح اور خصوصاً عقائد کی درستی کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ آپ کی تحریروں میں سلاست کے ساتھ ساتھ علمی وقار اور

استدلال کی مضبوطی بھی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔

بلاشبہہ آپ کی تحریریں دنیاے سنیت کے لیے ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت رکھتی ہیں، جو تا قیامت آنے والی نسلوں کے لیے بھی عظیم علمی سرمایہ ثابت ہوں گی۔ مختلف موضوعات پر لکھی گئی تصانیف میں سے یہاں چند اہم کتابوں پر اجمالی روشنی ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ آپ کی علمی اور تصنیفی خدمات کا ایک واضح خاکہ سامنے آسکے۔ ان تصنیفات کو دو حصّوں میں بیان کیا جارہا ہے۔ ایک وہ جو شائع ہوچکی ہیں اور دوسری وہ جو ابھی زیر طبع ہیں، یوں ہی مطبوعہ خطبات کو بھی شامل کیا گیا ہے کہ وہ بھی مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔

مطبوعہ تصانیف

۱۔ مسائل سجدۂ سہو (تَنْوِیْرُ الضَّحْوِ لِسَجْدَۃِ السَّھْوِ):

یہ ایک اہم اور بے حد قیمتی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر سہل انداز میں لکھی گئی ہے۔ ابتدائی چند صفحات میں نماز کے شرائط و واجبات وغیرہ ابتدائی باتیں، سجدۂ سہو سے متعلق چند احادیث مبارکہ پھر سہو کے اکثر مسائل کو یک جا کیا گیا ہے۔ تمام مسائل کا مآخذ کتب فقہ نیز فتاویٰ رضویہ اور بہار شریعت ہیں۔ یہ کتاب عوام و خواص اور خصوصاً ائمہ مساجد کے لیے مفید اور کارآمد ہے۔ آپ کی تمام تصانیف میں یہ سب سے زیادہ مقبول اور آسان تصنیف ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۶ء میں چھپ کر عام ہوئی۔ اب تک ۶ر ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ تقریباً ۱۲۸ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایک شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس پر متعدد اہل علم و قلم نے تبصرے لکھے ہیں۔

۲۔ تحسین العیادہ:

بیماری کے محاسن، منافع اور عیادت کے فضائل پر مشتمل ایک شاہ کار تصنیف

ہے۔ چوں کہ انسان کسی بھی کام کے کرنے سے پہلے اس کے فوائد پر نظر ڈالتا ہے، لہٰذا اس کتاب میں ابتدائی فہرست کے بعد دو صفحات میں اجمالی طور پر مریض کی عیادت کے ۳۰/ فوائد درج ہیں۔ جس سے نفسیاتی طور پر قاری کی ذہن سازی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اچھائی کا ذکر کرتے ہوئے اصلاحِ معاشرہ کے متعلق پر مغز تمہید تحریر فرمائی ہے۔ پھر بیمار پرسی کے متعلق احادیث مبارکہ اور احکام بیان کیے گئے ہیں۔ مرکز برکات رضا پور بندر گجرات سے ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء میں شائع ہو چکی ہے۔ جو ۴۰/ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ ارشاد المرشد:

حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کے ان فرمودات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جو آپ علیہ الرحمہ نے ۲۸/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۴/ ستمبر ۲۰۰۴ء کو الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم، ہاشمی کالونی، نظام آباد (آندھرا پردیش) میں اپنے مریدین و معتقدین کے درمیان بطور نصیحت ارشاد فرمائے تھے۔ ۱۵/ جولائی ۲۰۰۵ء کو دار العلوم انوار رضا نوساری (گجرات) سے پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا، اس کے بعد متعدد مرتبہ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اس کا موضوع بیعت و ارادت، مرشد اور آدابِ مرشد ہے، جس کے کل ۲۸/ صفحات ہیں۔ یہ رسالہ اردو اور رومن انگریزی دونوں میں دستیاب ہے۔

۴۔ خطباتِ کولمبو:

یہ حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کی دس تقاریر کا مجموعہ ہے۔ یہ خطبات آپ نے سن ۲۰۰۲ء میں سری لنکا کے دار الحکومت کولمبو میں مختلف نشستوں اور جلسوں کے دوران عوام سے ارشاد فرمائے، جسے آپ علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات ہی میں حضرت مولانا نور الحسن صاحب قبلہ (صدر المدرسین دار العلوم فیضان رضا، کولمبو) نے کیسٹوں سے سن کر

تحریری شکل دی اور نبیرۂ حضور اشرف الفقہاء، حضرت مولانا توقیر اشرف ازہری صاحب قبلہ نے اسے بطور ناشر شائع فرمایا۔ واضح رہے کہ ''خطبات کولمبو'' پہلی بار ۲۰۰۴ء میں اور دوسری بار ۲۰۱۶ء میں اشاعت پذیر ہوئے، یہ کتاب ۲۱۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔ رمضان المبارک کے فضائل و مسائل:

۱۹۶۶ء میں تجلیات ناگپور میں اولاً شائع ہوا ایک مضمون، جس کا موضوع ''رمضان المبارک اوراس کے فضائل و مسائل'' ہے۔ بعد میں رسالہ کی صورت میں مستقل اشاعت عمل میں آئی۔ جو ۱۵ر صفحات پر مشتمل ہے۔

۶۔ اشرف النصائح:

موعظت و نصیحت اور بزرگوں کے واقعات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے، ناگ پور شانتی نگر سے شائع ہو چکا ہے۔

۷۔ تابش انوارِ مفتی اعظم:

حضور مفتی اعظم ہند کی سیرت و سوانح، کشف و کرامات پر لکھی گئی ایک مستند کتاب ہے۔ جو حضور اشرف الفقہاء نے اپنے مشاہدات اور قوتِ حافظہ کی بنیاد پر تحریر فرمائی، اس میں وہ واقعات مرقوم ہیں جنھیں آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کے ساتھ سفر و حضر میں مشاہدہ کیے۔ یہ اپنے موضوع پر لکھی گئی ایک نادر و نایاب کتاب ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۰۰ر سے زائد ہے۔ پہلی مرتبہ ۲۰۱۷ء اور دوسری مرتبہ ۲۰۲۱ء میں شانتی نگر ناگ پور سے شائع ہو کر دنیاے سنیت میں مقبولیت کی منزل پر فائز ہو چکی ہے۔

۸۔ ضرورتِ مرشد:

۱۵ر جنوری ۲۰۱۶ء مطابق ۴ر ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ کو حضور اشرف الفقہاء مالیگاؤں تشریف لائے اور نمازِ جمعہ سے قبل نوری مشن نے رضا مسجد گولڈن نگر میں مجلس

بیعت ونصیحت کا اہتمام کیا۔اس مجلس میں حضور اشرف الفقہاء نے جو وعظ فرمایا وہ اہم بھی تھا اور معلومات افزا بھی، جسے محترم غلام مصطفیٰ رضوی و وسیم رضوی نے تحریری شکل میں مرتب کیا اور نوری مشن مالیگاؤں نے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ۲۴ رصفحات پر مشتمل یہ مختصر کتاب جس میں بیعت کی اہمیت، مرشد کی ضرورت، اسلام کی روحانی زندگی، تزکیۂ باطن کی افادیت مندرج ہے وہیں قرآنی احکام اور شریعت کی پاس داری کا سبق بھی مستور ہے۔

۹۔پیکر استقامت وکرامات:

حضور مفتی اعظم ہند کے مناقب وکرامات پر مشتمل تقریروں کا مجموعہ ہے۔سنی جمعیۃ العلماء مالیگاؤں سے شائع ہوچکی ہے۔

۱۰۔مضامین اشرف الفقہاء:

۴۸ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ماہ نامہ ’’مدنی تجلیات‘‘ ناگپور میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۸ء کے درمیان میں شائع ہوئے۔یہ مجموعۂ مضامین و مقالات عرس اشرف الفقہاء پر نوری مشن مالیگاؤں کے ذریعہ شائع ہوکر مقبول ہوئے۔مرتب مشاہدؔ رضوی ہیں۔

۱۱۔شرح اشعارِ رضا:

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؔ محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار علومِ قرآن، حدیث، فقہ، کلام اور تصوف کا حسین امتزاج ہیں، مگر عام قاری ان کے گہرے علمی نکات تک بآسانی رسائی حاصل نہیں کر پاتا، اس لیے اشعارِ رضاؔ کے مطالعہ کے دوران ان کی تفہیم کے لیے ایک ماہر اور صاحبِ بصیرت شارح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اوصاف حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ میں بدرجۂ اتم موجود تھے، جنھوں نے طویل عرصہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہ کر علمی اور فکری تربیت پائی اور کلامِ

رضاؔ کے دقیق معانی کو نہایت خوب صورتی سے واضح کیا۔ اسی لیے دنیاے سنیت میں شارح کلام رضاؔ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔آپ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ امام اہل سنت کے وہ اشعار جو صنعت ایہام سے متعلق ہیں اور عام شارحین جن کی تشریح سے گریز کرتے ہیں، ان اشعار کی بھی عمدہ تشریح فرمادیتے۔ دوران خطاب آپ جن اشعارِ رضاؔ کی آسان اور عام فہم تشریح فرماتے تھے ان میں سے تقریباً ایک سو اشعار کی تشریح پر مشتمل ایک اہم و عام فہم کتاب بنام ''شرح اشعار رضاؔ'' پانچویں عرس حضور اشرف الفقہاء کے پر بہار موقع پر دارالعلوم انوارِ رضا نوساری سے شائع ہو چکی ہے۔ترتیب کا کام راقم نے انجام دیا۔ ۲۱۰ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب رضویات اور دنیاے شعروسخن میں عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۲۔نسبت کی بہار:

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی اور مجاہدملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری رئیس اڑیسہ کے اعراس پاک کی نسبت سے سری لنکا کے شہر کولمبو میں فرمایا گیا حضور اشرف الفقہاء کا خطاب، جو اولاً آپ کی تصنیف خطبات کولمبو میں شائع ہوا، بعدہٗ عرس حجۃ الاسلام پر باقاعدہ رسالہ کی شکل میں مفتی مجیب اشرف سوشل میڈیا نیٹ ورکس کے ذریعے شائع کیا گیا۔ یہ کتاب تقریباً ۳۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۳۔پیکر رشد و ہدایت حضور مفتی اعظم:

اس رسالہ میں حضور مفتی اعظم کی مختصر مگر جامع سوانح حیات ہے،جس کا مآخذ حضور اشرف الفقہاء کی مشہور تصنیف ''تابش انوار مفتی اعظم'' ہے۔تقریباً ۱۶ر صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مفتی مجیب اشرف سوشل میڈیا نیٹ ورکس کے ذریعے شائع ہو چکا ہے۔

۱۴۔فلسفۂ زکوٰۃ:

یہ رسالہ زکوٰۃ کی فرضیت، افادیت، اہمیت اور اس کے احکام پر مشتمل ہے، جو اولاً ماہ نامہ مدنی تجلیات ناگپور کے جنوری ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں شائع ہوا، بعدہٗ ۲۰۲۰ء میں نوری مشن مالیگاؤں کے ذریعے ''مضامین اشرف الفقہاء'' میں شامل کیا گیا۔ رمضان المبارک ۱۴۴۴ء/ مارچ ۲۰۲۳ء، میں رومن اردو میں آن لائن شائع کیا گیا۔

۱۵۔قربانی:

قربانی کے فضائل و مسائل پر مشتمل یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو ۱۴؍صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۶۔شب براءت اور دعوتِ عمل:

یہ محض ۶/۵؍صفحات پر مشتمل رسالہ ہے، جو نوری مشن مالیگاؤں سے شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالہ کی ابتدا میں شب براءت کی فضیلت و افادیت بیان کرنے کے بعد اس کے معمولات کے متعلق احکامات تحریر کیے گئے ہیں۔

غیر مطبوعہ تصانیف

۱۷۔المرویات الرضویہ فی الاحادیث النبویۃ:

علم حدیث کے میدان میں ایک عظیم اور شان دار کارنامہ ہے۔ یہ کتاب امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی مختلف تصانیف سے اخذ کردہ احادیث کا جامع ذخیرہ ہے، جسے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کی تصنیف کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ جب ایک وہابی کی جانب سے اعلیٰ حضرت پر علم حدیث سے ناواقفیت کا بہتان لگایا گیا تو حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ نے اس کا علمی اور عملی جواب دیتے ہوئے یہ اہم مجموعہ تیار فرمایا۔ یوں یہ کتاب نہ صرف خدمت حدیث کا شاہ کار بنی بلکہ

اعلیٰ حضرت کی علم حدیث میں مہارت کا بھی بین ثبوت ہے۔

ضخامت کے اعتبار سے بھی یہ تصنیف بڑی اہم ہے، کئی جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم مجموعہ ہے، جو تقریباً ۱۹۰۸ر صفحات پر محیط ہے اور تا حال منتظر طباعت ہے۔ یقیناً یہ کتاب رضویات اور علم حدیث کے طلبہ کے لیے ایک قیمتی سرمایہ اور رہنمائی کا روشن مینار ہے۔

۱۸۔ تنویر التوقیر ترجمۃ الصلاۃ علی البشیر والنذیر:

اس کتاب میں احادیث کی روشنی میں درود شریف کے فضائل ومسائل اور روحانی علاج بتائے گئے ہیں۔ جو تقریباً ۳۵۹ر صفحات پر مشتمل زیر طبع ہے۔

۱۹۔ فتاویٰ اشرف الفقہاء:

اشرف الفقہاء کے نوکِ قلم سے صادر ہونے والے ہزاروں فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو قرآن وحدیث اور اجماع سے مبرہن ہوتے ہیں۔ اپنے فتوے میں فقہ حنفی کے دلائل اور ان کے جزئیات کے ساتھ ساتھ فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب اعلیٰ حضرت کا حوالہ ضرور پیش کرتے ہیں۔ کئی جلدوں پر مشتمل زیر ترتیب ہے۔

۲۰۔ دیوانِ مجیب:

اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کا مجموعہ کلام ہے، جو زیارت حرمین شریفین کے دوران محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر پاک مدینہ منورہ میں عین دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے وقت قلم بند فرمائے۔ ایسی ۵۰/ ۶۰ر نعتیں ہیں جو مدینہ طیبہ میں رقم ہوئیں۔ ان کے علاوہ متعدد مناقب بھی رقم فرمائیں۔

۲۱۔ خطباتِ اشرف الفقہاء:

اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کی وہ سینکڑوں تقریریں جو وطن عزیز کے مختلف شہروں، قصبوں اور علاقوں میں ہوئیں انھیں تحریری شکل دی گئی، یہ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۲۔تنویر العین:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام سن کر انگوٹھے چومنے پر مدلل اور مختصر کتاب ہے۔جس کی خاصیت یہ ہے کہ منکرین کے اکابر کی کتابوں سے آپ نے جواز کا پہلو ثابت کیا ہے۔

۲۳۔مقالات اشرف الفقہاء:

یہ ایک وقیع اور جامع علمی مجموعہ ہے، جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے: دینیات، شخصیات، خطبات، اور تقدیمات و تقاریظ۔ اس میں حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کی متنوع علمی وفکری خدمات کو نہایت خوب صورتی سے یک یا کیا جا رہا ہے۔اس اہم کام کی ترتیب حضرت مولانا افتخار ندیم صاحب قبلہ انجام دے رہے ہیں، اور یہ ضخیم تصنیف عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے، جو اہلِ علم کے لیے ایک قیمتی علمی تحفہ ثابت ہوگی۔

۲۴۔حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کے ان منتخب خطبات کا مجموعہ، جو راہِ سلوک کے متلاشیوں کے لیے مشعلِ راہ اور روحانی رہنمائی کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوگا، زیر ترتیب ہے۔

۲۵۔اذانِ ثانی کے مسئلہ پر بھی ایک کتاب مسودہ کی شکل میں موجود ہے۔

یہ تو آپ کی تصانیف کا صرف ایک مختصر تعارف ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ہمہ جہت دینی، علمی اور دعوتی خدمات ایک وسیع سمندر کے مانند ہیں، جن کی گہرائیوں تک رسائی کے لیے مستقل اور مفصل مقالہ درکار ہے۔

تصانیف اشرف الفقہاء میں اسلوب کی معنویت:

حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف کا اسلوب نہایت دل نشیں، سادہ اور اثر انگیز ہے، جو بیک وقت علمی بھی ہے اور عام فہم بھی۔آپ کی تحریروں میں سادگی کا عنصر نمایاں ہے، ہر بات نہایت سلیقے، ترتیب اور وضاحت کے ساتھ بیان کی جاتی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام قاری بھی آپ کی تحریر سے بھرپور استفادہ کرلیتا ہے، اہلِ علم اس میں موجود علمی گہرائی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ تقریر کی طرح آپ کا طرزِ تحریر انتہائی آسان اور سہل ہے۔ جس طرح آپ علیہ الرحمہ دوران تقریر پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کونہایت آسان مثالوں کے ذریعہ سمجھا دیا کرتے تھے بالکل اسی طرح آپ بڑے سے بڑے اور مشکل ترین مسائل کونہایت سہل انداز میں قارئین کے قلب وذہن میں اتار دیتے ہیں۔ نبیرۂ صدر الشریعہ حضرت مفتی محمود اختر صاحب جن کا شمار اہل سنت کی عبقری شخصیات میں ہوتا ہے، حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ کے اسلوب تحریر سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی ممدوح قبلہ جو اپنی دینی، تبلیغی خدمات اور خطاب وتقریر کے منفرد ومؤثر انداز بیان کی وجہ سے ملک و بیرون ملک مشہور ومقبول ہیں، تقریر کی طرح ان کا اسلوب تحریر بھی بڑا سہل اور دل نشیں ہے، جس طرح وہ اپنی تقریر میں مشکل سے مشکل ترین بات بھی مثالوں کے ذریعہ بہت ہی آسان کرکے سامعین کے ذہن میں اتار دیتے ہیں، اسی طرح تحریر میں بھی بڑے آسان پیرایے میں مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھائی ہیں، مافی الضمیر پیش کرنے کا انداز کس قدر سلجھا اور دل نشیں ہے۔''

(تَنْوِیْرُ الضُّحٰولِسَجْدَۃِ السَّھْوِ، ص۱۹۔۲۰)

حضرت اشرف الفقہاء کی تصانیف میں نثر کی مختلف اصناف کا ایسا متوازن اور فنی استعمال ملتا ہے جو آپ کی ادبی بصیرت اور تخلیقی صلاحیتوں کا بین ثبوت ہے۔ کہیں منظر کشی کے جلوے ہیں، کہیں اشعار کے برمحل وچست استعمال سے معنوی حسن پیدا کیا گیا ہے، تو کہیں خاکہ نگاری کا حسن ہے، صنائع کا پرلطف استعمال ہے۔

۱۔ منظر کشی:

کسی چیز، کسی حالت یا کسی کیفیت کا بیان اس انداز سے کیا جائے کہ اس کی تصویر قاری کی آنکھوں کے سامنے پھر جائے، اس کا نام منظر کشی ہے۔ حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ بہت خوب صورت انداز میں منظر کشی فرماتے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۹۷۲ء میں حیدر آباد کا تبلیغی دورہ فرمایا، اس روحانی سفر میں آپ بھی سرکار مفتی اعظم کے ہمراہ تھے۔ تاریخی مکہ مسجد میں حضور مفتی اعظم کی آمد کے لمحات تحریر فرماتے ہیں:

''پورا علاقہ نعرہائے تکبیر و رسالت سے گونج پڑا، دیوانوں کی بھیڑ نے کار کو آگے بڑھنے سے روک دیا، اتنے میں پولس انتظامیہ نے بروقت پہنچ کر بھیڑ پر کنٹرول کرایا اور حضرت والا کی کار کو گھیرے میں لے کر آہستہ آہستہ مکہ مسجد کے صدر دروازہ تک پہنچا دیا اور پھر کار سے اتار کر حضرت اقدس کو بڑی مشکلوں کے ساتھ شہ نشیں تک لے گئے، اس وقت مشتاقانِ جمالِ یار کے شوقِ دیدار کا منظر قابلِ دید تھا، میں نے اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کبھی ایسا پر کیف منظر دیکھا ہے اور نہ اب دیکھنا میسر ہوگا۔ شہ نشیں پر علما و مشائخ کے بیچ ایک مخصوص نمایاں جگہ محفوظ تھی، جو خاص حضرت کے لے سجائی اور بنائی گئی تھی۔

حضرت والا تبار شہ نشین کے جیسے ہی قریب پہنچے، تمام علما و مشائخ نے پر تپاک با ادب استقبال کیا اور پورے احترام کے ساتھ حضرت قبلہ کو ان کی جگہ بٹھا دیا گیا۔ جب سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے باآں جاہ وجلال شہ نشیں پر رونق اجلال فرمایا تو یہ نورانی، پر وقار منظر ایسا لگتا تھا کہ وزراے وفا شعار اور خادمان دربار کے درمیان شہنشاہ عالی وقار جلوہ بار ہے، یا چمکتے دمکتے ستاروں کے ہجوم میں ''بدر کامل'' ضیا بار ہے۔''

(تابش انوار مفتی اعظم، ص ۱۴۰)

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ کو ناگپور سے قریب ایک سڑک حادثہ میں صدر

العلماء علامہ مفتی تحسین رضا خان قادری علیہ الرحمہ کا وصال ہوا، جس کی وجہ سے دنیاے اہل سنت میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ اس حادثہ فاجعہ کا منظر کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں:

”(صدر العلماء) کے سانحۂ ارتحال کی خبر وحشت اثر ملک کے طول وعرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، ہر شخص اس روح فرسا خبر کو سن کر اپنی جگہ دَم بخود ہو کر رہ گیا، دل و دماغ سے سوچنے سمجھنے کی قوت گویا سلب ہوگئی، زبانیں خاموش، آنکھیں وا، یا اللہ یہ کیا ہوگیا؟ جو کانوں نے سنا کیا سچ ہے؟ کیا نمونۂ ابرار ہم میں نہ رہا؟ کیا علم وفن کا تاج دار ہم سے رُخصت ہوگیا؟ کیا کردار و عمل کا آبشار تھم گیا؟ کیا تواضع وانکسار کا ہرا بھرا گلزار مرجھا گیا؟ کیا مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بردار ابدی نیند سو گیا؟ کیا مسند درس وتدریس کا سچا حق دار چلا گیا؟ ہاں ہاں شرافت نفس کا اعلیٰ کردار، ہم سب کا مونس وغم خوار وہاں چلا گیا، جہاں سے پھر کبھی واپس نہ آئے گا۔ انا للہ وانا الیہ رٰجعون، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

جانتے ہو یہ کون تھا، کیسا تھا، کیا تھا؟ سنو! نمونۂ سلف تھا... دلیل خلف تھا... یہ مرد خوش اوقات تھا... یہ وہ تھا جس سے علم وعمل میں مکمل ہم آہنگی تھی... یہ وہ تھا جس کا قول تضاد کی ناموزونیت سے پاک تھا... وہ کیا تھا؟ شرافت نفس کا اعلیٰ کردار تھا... تواضع و انکسار کا مہکتا گلزار تھا... وہ کیسا تھا؟... کیا بتاؤں کیسا تھا؟... وہ ایسا تھا کہ:ع

جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہوگیا محدود

آہ! آہ! کہ وہی پیکر علم وعمل، مرشد راہِ ہدایت، نازش بزم سنن، ماہر علم وفن، میرے استاذ ذی وقار ہم سے بہت دور ہو گئے مگر دل کی دھڑکنوں سے قریب بہت قریب... "خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را" آمین آمین

(معارفِ اشرف الفقہاء، ص ۱۱۰۔۱۱۱)

۲۔اشعار کا برمحل استعمال:

تحریر کو خوب صورت اور پر کشش بنانے کے لیے ادبا و اہلِ قلم نثر میں جن باتوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں انھیں کا خلاصہ ایک شعر یا مصرع کی شکل میں تحریر کے آخر میں رقم کر دیتے ہیں، جس سے تحریر کا مرکزی خیال قاری کے ذہن میں پختہ ہو جاتا ہے؛ ساتھ ہی شعر کی موسیقیت اور جذباتی تاثیر تحریر کے اثر کو دو چند کر دیتی ہے اور حسنِ اختتام پیدا کرتی ہے، یوں قاری پر ایک خوش گوار اور دیرپا تاثر قائم ہوتا ہے، نیز یہ طریقہ تحریر کی ادبی فضا اور دل کشی میں اضافہ کرتا ہے اور ایک عمدہ شعر کی بدولت پوری بات آسانی سے یاد بھی رہ جاتی ہے۔اس رُخ سے حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کی تحریر کا مطالعہ کیجیے:

”غرض کے ہمارے مرشد برحق حضور سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھے، حسن صورت وسیرت کا حسین مرقع تھے، شمع شبستانِ برکات تھے، گلستانِ رضاؔ کے گل رنگیں ادا تھے، جن کا نقش قدم راہِ خدا، جن کی آنکھوں میں عرفانی ضیا، جن کی پیشانی سے نورِ ولایت ہویدا، جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ، جن کا ذکر روحانی غذا، جن کی یادیں عرفانی مزا، جن کا تصور ذہنی انتشار کے لیے شفا، جن کا دیدار مریض عشق کی دوا، یہ ہیں نبیرۂ نقی علی اور ابن رضا، عرض کیا ہے ؎

وہی ہے مفتی اعظم وہی ہے ابن رضاؔ
حریم شرع میں گزرے ہیں جس کے آٹھوں پہر“

(تابش انوار مفتی اعظم، ص ۴۵)

کبھی تحریر کے شروع میں بھی شعر لکھتے ہیں ؎

اب کہاں باقی رہیں وہ ہستیاں
آباد تھیں جن کے قدم سے بستیاں

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی کتنی پاکیزہ تھی، ہر سانس خشیت ربانی کی عطر بیزیوں سے مشکبار، ہر ادا تقویٰ شعار، ہر قدم سنت نبوی کا آئینہ دار، ہر عمل قانونِ شریعت کا پاس دار، گویا آپ کی ذات اسلامی عظمتوں کا بلند مینار تھی، حضرت والا ظاہر و باطن کی یکسانیت، خلوص وللّٰہیت کی موزونیت میں آپ اپنی مثال تھے۔ ”خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را“ (تابش انوار مفتی اعظم، ص۸۱)

۳۔ کالم نگاری:

کالم نگاری یا مقالہ نگاری کا تعلق صحافت سے ہے، کالم نگار یا کالم نویس کا کام اخبارات وجرائد میں مضامین لکھنا ہوتا ہے، ان مضامین میں مضمون نویس اپنے مشاہدات و نظریات کی روشنی میں مختلف عناوین کا احاطہ کرتا ہے، جو اخبارات وجرائد میں چھپتے ہیں۔

مذہبی صحافت کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ناگپور سے جنوری ۱۹۶۶ء میں ماہ نامہ تجلیات کا اجرا کیا گیا، جو قانونی کارروائیوں کے بعد ”مدنی تجلیات“ کے نام سے موسوم ہوا، تب سے ہی اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف رضوی اس کے کالم نگار کی حیثیت سے فعال رہے اور تقریباً ہر شمارے میں نہ سہی اکثر شماروں میں مضامین کی کہکشاں سجاتے رہے۔ یہ ماہ نامہ جون ۱۹۶۸ء تک ہی جاری رہ سکا۔ اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کے عرس چہلم پر نوری مشن مالیگاؤں کے ذریعہ ان میں سے چند مضامین کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا، جو ۸۴؍ صفحات پر مشتمل ہیں۔ (مضامین اشرف الفقہاء، ص۳)

۴۔ خاکہ نگاری:

سوانح نگاری کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک شخصی خاکہ بھی ہے، جس میں کسی شخصیت کے ان نقوش کو اجاگر کیا جاتا ہے جن کے امتزاج سے کسی کردار کی تشکیل ہوتی ہے، خاکہ شخصیت کی ہو بہو عکاسی کا نام ہے، اس خاکہ نگاری میں نہ صرف شخصیت کی

ظاہری تصویر کشی کی جاتی ہے بلکہ باطن کا بھی احاطہ کیا جاتا ہے۔حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ نے اپنے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم ہند کی سیرت و سوانح، کشف و کرامات اور اپنے مشاہدات کو جمع کر کے آپ کی شخصیت کے ظاہری و باطنی پہلوؤں کو تحریر کر کے آپ کا شخصی خاکہ اس طرح پیش کیا کہ جب ''تابش انوار مفتی اعظم'' کو قاری پڑھتا ہے تو اس کے ذہن میں حضور مفتی اعظم ہند کی تصویر چھپتی چلی جاتی ہے۔

۵۔سفر نامہ:

سفر نامہ، سفر کے تاثرات، حالات اور کوائف پر مشتمل ہوتا ہے۔فنی طور پر سفر نامہ بیانیہ ہے، جو محرر سفر کے دوران میں یا اختتام سفر پر اپنے مشاہدات، کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے۔حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ نے نثر کی اس صنف میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے۔اپنی کتاب ''تابش انوار مفتی اعظم'' میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ جو اسفار آپ نے فرمائے ہیں انھیں تحریر کیا ہے۔ اس کتاب میں بہت سارے اسفار کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے ''حیدر آباد کا سفر'' خصوصیت سے پڑھنے کے لائق ہے۔اس سفر نامہ میں آپ نے ۱۹۷۲ء میں حضور مفتی اعظم کے ساتھ جو حیدر آباد کا سفر فرمایا تھا، اس کا تفصیلی ذکر اس انداز میں کیا ہے کہ پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ موجود ہو۔قارئین کرام ''تابش انوار مفتی اعظم'' کے صفحہ ۱۳۵ / پر مندرج اس سفر نامے کو ضرور پڑھیں۔

(تابش انوار مفتی اعظم، ص ۱۳۵)



توضیح رباعی بزبان اشرف الفقہاء

محمد نعیم رضا مصباحی، مالیگاؤں

حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمہ کو رب العالمین نے بے پناہ خوبیوں کا شاہ کار بنایا تھا، علم دین کی گہرائی و گیرائی، اسلوبِ خطابت سے ہم آہنگی اور خوش طبعی آپ کی نمایاں خصوصیات ہیں، مگر اشعارِ رضاؔ کی تشریح و توضیح آپ کا وہ جوہر تھا جس کا اعتراف ہر کس و ناکس کو یکساں ہے۔ اس کا ایک نمونہ اس وقت دیکھنے کو ملا جب جیلانی مشن کے زیر اہتمام چوپڑا اجتماع کے وقت حضرت سید عبد القادر جیلانی میاں قبلہ مدظلہ کی دعوت پر آپ چوپڑا تشریف لائے تھے۔ اس وقت حضرت کا قیام عبد الحمید پٹھان صاحب کے یہاں تھا۔ بعد نمازِ عصر بہت سارے علما اور عوام حضرت کی خدمت میں حاضر تھے، کسی صاحب نے اعلیٰ حضرت کی ایک رباعی جو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے، کے حوالے سے بعض علما سے فرداً فرداً پوچھا کہ اس کا ترجمہ اور تشریح کیا ہوگی؟ کسی وہابی نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ علما کی سمجھ میں نہ آیا، تب ہمت کر کے راقم الحروف نے حضور اشرف الفقہاء کی بارگاہ میں عرض کی، مگر نمازِ مغرب کا وقت قریب تھا، اس لیے حضرت نے فرمایا کہ بعد میں پوچھیے۔

پھر نمازِ مغرب ہوئی اور بعد نمازِ مغرب حضرت کا خصوصی خطاب اجتماع میں ہونا تھا، اس لیے حضرت اجتماع گاہ پہنچے۔ خطاب فرمایا اور بعد خطاب عشا کے وقت قیام گاہ پر واپس تشریف لائے۔ نمازِ عشا ادا فرمائی۔ حاضرین نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

عشائیہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ طعام سے فراغت کے بعد جب حضرت تشریف فرما ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ کس نے اشعار کے متعلق پوچھا تھا؟ تب میں نے عرض کی جی حضور! وہ رباعی یہ تھی۔

بر وحدت او رابع عبدالقادر
یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وے آغازِ رسالت باشد
ایں کہ گو ہم تابع عبدالقادر

حضرت نے فرمایا کہ: پہلا مصرع پڑھو، میں نے پڑھا تو حضرت نے فرمایا: عبدالقادر کا چوتھا حرف کیا ہے؟ سب نے کہا 'الف' تو حضرت نے فرمایا کہ الف سے اللہ الف سے ایک؛ اور فرمایا کہ عبدالقادر کا ساتواں حرف کیا ہے؟ سب نے کہا 'الف' تو حضرت نے فرمایا کہ عبدالقادر کا چوتھا اور ساتواں حرف دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ہونے کے گواہ ہیں، پھر فرمایا کہ لفظ عبدالقادر کا آخری حرف کیا ہے؟ سب نے کہا راء تو حضرت نے فرمایا کہ راء سے رسالت یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، یہ گواہی لفظ عبدالقادر کا آخری حرف دے رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے واحد و یکتا ہونے کی گواہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی یہ دونوں گواہیاں سرکار غوث پاک کے نام مبارک میں جمع ہیں۔

اس طرح فی البدیہہ اس رباعی کی ایسی دل نشیں تشریح حضور اشرف الفقہاء نے بیان فرمائی، جس سے تمام حاضرین کے علم میں بالخصوص علما کے علم میں اضافہ ہوا، پھر حضرت نے اپنے انداز میں فرمایا کہ: اب وہابیوں کو جواب دو۔ الحمدللہ یہ تشریح وتوضیح اعلیٰ

حضرت قدس سرہ کے اشعار کی معنویت کو بتانے کے لیے کافی ہے۔

گویا کلامِ رضاؔ کی گہرائی و گیرائی کا فیض ایسا عطا ہوا کہ اشرف الفقہاء نے برجستہ توضیح فرما دی۔ دقائق کو عام فہم انداز میں بیان کر دینا اشرف الفقہاء کا خاصہ تھا۔ ان کی زبان فیض ترجمان سے سینکڑوں اشعارِ رضاؔ کی ایمان افروز اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تشریح نے بکثرت قلوب میں محبت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پھونک دی۔ خوشی کی بات ہے کہ ایسے تشریحی نکات پر مبنی ایک مرقع کی اشاعت بھی ہو چکی ہے، بنام ''شرح اشعارِ رضاؔ'' جسے دار العلوم انوارِ رضا نوساری نے شائع کیا۔ اس میں خطباتِ اشرف الفقہاء سے تشریحی نکات اخذ کیے گئے ہیں۔



حضور اشرف الفقہاء اور ’’ضرورتِ مرشد‘‘

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن مالیگاؤں

سرزمین مالیگاؤں اکابر اہل سنت کے مبارک قدموں کی برکتوں سے مالا مال رہی ہے۔ متعدد مرتبہ حضور تاج العلماء مارہروی علیہ الرحمہ، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ جیسے اکابر کی آمد ہوئی۔ جن کے دامن کرم سے وابستہ افراد نے یہاں کے دینی ماحول کی آبیاری میں حصہ لیا۔ مدتوں تک اکابر اہل سنت کی آمد ہوتی رہی۔ حضور مفتی اعظم کی بارگاہِ اقدس کے فیض یافتگان بالخصوص حضور تاج الشریعہ نے دین وسنیت کی مختلف جہات سے جو خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ علم وفن کی آبیاری، معاشرتی اصلاح، تحفظ ایمان کے سلسلے میں ان کا خصوصی احسان اہلیانِ مالیگاؤں پر رہا ہے۔ اسی مبارک سلسلے کی ایک نمایاں کڑی خلیفۂ حضور مفتی اعظم اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب رضوی (ناگپور) ہیں، جنھیں حضور مفتی اعظم سے روحانی نسبت کے ساتھ ہی شرفِ تلمذ بھی حاصل ہے۔

اشرف الفقہاء تین دہائیوں تک مالیگاؤں تشریف لاتے رہے۔ آپ کے خطبات کے ذریعے تعمیر فکر ونظر کا سامان ہوتا رہا، عقیدے کی تربیت ہوتی رہی، اعمال کی اصلاح ہوتی رہی، علم دین کا ذوق بیدار ہوتا رہا، کام کی تحریک ملتی رہی، تنظیم سازی کا جذبہ بیدار ہوتا رہا۔ آپ کی مجالس نصیحت سے نوجوان عزم مصمم لے کر اُٹھتے اور کاروانِ اہل سنت تیز گام ہوتا۔

خطابت کا مقصد ذہنی تفریح وتفنن طبع و وقت گزاری نہیں، اصلاحِ عقیدہ وصحتِ اعمال ہے۔تزکیۂ باطن اور تطہیر قلب ونگاہ ہے۔ان خوبیوں سے اشرف الفقہاء کی خطابت مزین ہوتی۔اخلاق واخلاص، استقامت فی الدین اور تقویٰ وطہارت کی جو دولت حضور مفتی اعظم سے عطا ہوئی اس سے خطابت میں اثر آفرینی پیدا ہوئی۔بات زبان سے کیا نکلتی دل پر اثر انداز ہو جاتی۔درجنوں تقریروں اور سینکڑوں کوششوں سے جن کی اصلاح نہیں ہوئی، ہم نے دیکھا کہ اشرف الفقہاء کی ایک تقریر نے نظریاتی بے راہ روی کا خاتمہ کر دیا اور عظمت رسالت وعشق رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نقشِ جمیل دل پر کندہ ہو گیا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اشرف الفقہاء میں شخصیت سازی وفکر سازی کا وہ جوہر خالق کائنات نے ودیعت فرمایا کہ سینکڑوں کو ہم نے دیکھا، کیا دامن سے وابستہ ہوئے نقشہ بدلا بدلا نظر آنے لگا۔کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو آپ کے دامنِ کرم سے وابستگی کے نتیجے میں خدمتِ دینِ متین کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں، دلوں کی بزم میں خوش گوار انقلاب کے تازہ جھونکے مشاہدہ ہوئے۔

بیعت و ارشاد کے ذریعے بھی آپ نے اعمال وعقائد کی اصلاح کے لیے کامیاب کوششیں کی ہیں۔اسی لیے متعدد مرتبہ اسی غرض سے شہر مدعو کیا کہ صاحبِ نسبت و صاحبِ تقویٰ کے دامن سے وابستگی کے مواقع مہیا ہوں اور فکری وذہنی تعمیر ہو۔بنجر زمینوں میں آپ کی آمد اور بیعت وارشاد سے ایمان وعقیدے کی فصل ہری بھری ہوگئی۔خزاں رسیدہ گلشن میں تازہ بہار آگئی۔درجنوں مساجد ومدارس اور سرگرم تنظیموں کی رگوں کو آپ کی آمد سے تازہ لہو فراہم ہوا۔یہ معاملہ کچھ مالیگاؤں یا اطراف تک محدود نہیں بلکہ آپ کے ابر

کرم کے سائے میں بکثرت اماکن فیض یاب ہوئے، جہاں صالح انقلاب برپا ہوا اور اعلیٰ حضرت کے مسلک عشق و عرفان کی خوشبو پھیل گئی۔

۱۵؍جنوری ۲۰۱۶ء مطابق ۴؍ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ بروز جمعہ حضور اشرف الفقہاء مالیگاؤں تشریف لائے۔ نمازِ جمعہ سے قبل رضا مسجد گولڈن نگر میں ''مجلس بیعت و نصیحت'' کا اہتمام کیا گیا۔ راقم کی فرمائش پر بیعت و ارشاد اور مرشد کی ضرورت پر آپ نے خطاب فرمایا۔ حضور اشرف الفقہاء نے جو نصیحت فرمائی وہ بڑی متنوع اور اچھوتی ہے۔ جس میں بیعت کی اہمیت، مرشد کی ضرورت، اسلام کی روحانی زندگی، تزکیۂ باطن کی ضرورت، قرآنی احکام اور شریعت کی پاس داری جیسے پہلوؤں پر اشرف الفقہاء نے عام فہم انداز میں نصیحت کی۔

آپ کی ہر مجلس، ہر تقریر، ہر نشست۔ خواہ نجی ہو یا عمومی محفل، مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے کاربند رہنے کا درس ضرور دیتے تھے۔ شرعی احکام و اُصول کے بڑے پابند تھے۔ زندگی کی ہر ساعتیں اس کی گواہ ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ کبھی مسلک کی پاس داری کے جذبۂ صالح اور فکر نافع سے بے خبر نہیں رہے۔ بلا خوفِ لومۃِ لائم حق ہی کہا اور مسلک حق کی حفاظت کے لیے کوشاں رہے۔ جس کا اظہار آپ کے خطاب ''ضرورت مرشد'' سے بھی ہوتا ہے۔ جس میں آپ نے اسلام کی روحانی زندگی کے ضمن میں اسلاف و اکابر کے دامن سے وابستگی اور روحانی نسبتوں کے استحکام کی ترغیب دی۔ احکامِ شریعت پر عمل آوری کا جذبۂ نافع اس خطاب کا پیغام ہے۔ جس کی اشاعت بھی نوری مشن مالیگاؤں سے عمل میں آئی۔

بیعت و مرشد کی اہمیت و افادیت پر یہ مرقع ضرور اس لائق ہے کہ اسے مطالعہ کیا جائے اور عمل کی بزم میں آویزاں کیا جائے تا کہ باطن مہک مہک اُٹھے اور شریعت پر عمل کی

خوشبو سے مشام جاں معطر ہوں۔ اس مرقع نافع کے چیدہ چیدہ پہلو قدرے تلخیص کے ساتھ بزبانِ اشرف الفقہاء یہاں درج کیے جاتے ہیں، ضرورت ہے کہ ان نکات سے درس لیا جائے اور عملی زندگی کو مشک بار بنایا جائے۔

روحانی زندگی:

روحانی زندگی بھی چاہیے۔ اگر روحانی زندگی نہیں ہے تو آخرت کی کامیابی ہاتھ نہیں آسکتی ہے۔ جسمانی زندگی سے دُنیا میں Activity اور دُنیا میں کامیابی ملتی ہے، اور روحانی زندگی سے آخرت میں کامیابی ملتی ہے۔ یہ دو عالم ہے۔ ایک عالم دُنیا ہے اور ایک عالم آخرت ہے۔ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے تمھیں اناج کی، شربت کی، پانی کی، ہوا کی، غذا کی ضرورت ہے۔ اور آخرت کا سسٹم تمہیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ کی زندگی اختیار کرو لیکن اس تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کے ساتھ جس طرح ماں دودھ پلاتی ہے بچوں کو، تو اسے زندگی ملتی ہے، تقویٰ کی پرورش کے لیے کسی اللہ والے کے ساتھ ہو جاؤ، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دو۔ جس طرح ماں کی گود میں بچہ پل پل دودھ پاتا ہے، ایسے ہی ''پیر کامل''۔ قرآن نے فرمایا ہے: **قونوا مع الصدقین** جس کی پوری لائف سچی ہو۔ سچی کیسے ہوگی؟ ...... شریعت ہی ایک ایسا سسٹم ہے کہ جو اس پر عمل درآمد کرے گا وہی سچا ہوگا اور جو طبیعت پر عمل کرے گا وہ کبھی سچا نہیں ہوسکتا ہے۔ رب نے فرمایا **قونوا مع الصدقین** سچوں کا دامن پکڑ لینا، اور سچائی صرف شریعت کے ساتھ ہے اور جس نے شریعت بھی اپنائی تھوڑی بہت اور طبیعت کے مطابق کام کیا وہ سچا نہیں ہوسکتا ہے،

لباسِ تقویٰ:

یادرکھنا! یہ پرورش ہے، روحانی پرورش ہے، جس طرح ماں دودھ پلاتی ہے ایسے ہی سچا پیر تمہیں محبت رسول اور شریعت کا دودھ پلاتا ہے۔ بچہ ناسمجھ ہے، عوام بھی نادان ہے۔ انہیں پتہ نہیں کہ یہ دودھ جو ہماری زندگی کا ہے کس چھاتی سے ملے گا۔ نادان بچے کو دیکھو کبھی دودھ حاصل کرنے کے لیے انگوٹھا چوستا ہے...... کیوں چوستا ہے؟ کیا انگوٹھے میں مٹھاس ہے؟ لیکن اس کی فطرت ہے۔ وہ بے چارہ نہیں جانتا کہ اس میں سے دودھ نکلے گا کہ نہیں۔ دیکھا اور اس نے منہ میں ڈال لیا اور مزے سے چوس چوس کر کے سو بھی جاتا ہے۔ ماں جا کے نکال لیتی ہے۔ لیکن اس کا یہ چوسنا حقیقت میں اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ ہاں! فطرت اس کی یہ ہے کہ ماں کی چھاتی کو چوسے تب اسے حیات ملے گی۔ انگوٹھا چوسنے سے حیات نہیں بلکہ اس میں سے جراثیم نکلے گا، بچے کے پیٹ میں جائے گا۔ ہاں! اس دودھ سے بھی بچہ بیمار پڑ جاتا ہے جو ماں خود بیمار ہو۔ اس لیے کہ ماں ٹی۔ بی۔ والی ہے تو اس کے اندر بھی دودھ کا اثر آ کر وہ بھی بیمار ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن جب کسی پیر کامل سے لپٹ جاتا ہے اور وہ اپنی چھاتی سے لگاتا ہے تو نبی کی محبت کا اسے جام پلا دیا کرتا ہے۔ آخرت کی غذا عطا کر دیا کرتا ہے۔ تقویٰ کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ غوثِ اعظم کے نقش قدم پر چل کے اسے لباس تقویٰ بنا کر کے پہنا دیا کرتا ہے، اور جب وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس پہن کر چلتا ہے تو اس کو غریب نواز بھی پیار کرتے ہیں، اس لیے کہ تقویٰ کا لباس نیکوں کا لباس ہے۔

...... لباس بھی دو قسم کا ہوتا ہے: ایک لباس نیکوں کا ہے، وہ لباسِ تقویٰ ہے جو غوثِ پاک نے پہنا تھا، وہ لباسِ تقویٰ ہے جو غریب نواز نے پہنا تھا، وہ لباسِ تقویٰ و شریعت ہے جو امام احمد رضا نے پہنا تھا، وہ لباسِ تقویٰ و شریعت ہے جو حضور مفتی اعظم ہند نے پہنا تھا، وہ لباسِ تقویٰ و شریعت ہے جو تاج الشریعہ نے پہنا ہے۔

...... آپ پوچھیں گے کہ ولی کی جانچ کیسے کریں؟ تو رب نے کہا کسی اور سے مت پوچھنا مجھ سے پوچھ لینا۔ کیوں کہ ولی میرا دوست ہے اور دوست۔ دوست کو پہچانتا ہے۔اور دوست۔ دوست کی جانچ کرادے تو بہت اچھا ہے۔ رب فرماتا ہے میرے دوست میرے ولی کی جانچ کرنا ہے تو: اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ الانفال، آیت ۳۴) میرا دوست جو ہوگا؛ متقی پرہیز گار ہوگا، سنت کا پابند ہوگا۔

...... دوستو! ایسے پیر سے مرید ہونا جو شریعت کا پابند ہے۔ وہ پیر غوثِ پاک (رضی اللہ عنہ) تک پہنچاتا ہے اور غوثِ پاک (رضی اللہ عنہ) امام حسین (رضی اللہ عنہ) تک پہنچاتے ہیں، امام حسین (رضی اللہ عنہ) اپنے والد علی (رضی اللہ عنہ) تک پہنچاتے ہیں اور علی (رضی اللہ عنہ) نبی (کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تک پہنچاتے ہیں اور نبی (کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔

حقیقت بیعت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

(سورۃ الفتح، آیت ۱۰)

اے حبیب! جس نے آپ کے ہاتھ پہ بیعت کی اللہ فرماتا ہے بلاشبہہ اس نے اللہ سے بیعت کی...... دیکھیے سلسلہ کیسے چل رہا ہے۔ ہاتھ ہے نبی کا۔ صحابۂ کرام؛ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پہ بیعت کرتے تھے۔ یہ بیعت کیسی ہے۔ایمان لانے کے بعد بیعت ہوتی تھی، اور وحی آتی تھی، قرآن مجید میں سورۂ ممتحنہ (آیت ۱۲) میں فرمایا ہے کہ (مفہوم):

’’جب یہ عورتیں آئیں اے نبی آپ سے بیعت لینے کے لیے کہ وہ چوریاں نہیں

کریں گی، جھوٹ نہیں بولیں گی اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں گی، اس قسم کے گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے جب بیعت کے لیے آئیں تو اے حبیب! تم انھیں بیعت کر لیجیے......''

عورتوں کے بیعت کرنے کا جواز بھی قرآن سے ثابت ہے اور مَردوں کے بیعت کا جواز بھی قرآن سے ثابت ہے۔ اور اس شان سے ثابت ہے کہ رب حکم فرماتا ہے کہ: اے نبی ان کی بیعت لیا کیجیے۔ اور نبی نے صحابہ سے بیعت لی۔ صحابیات سے بیعت لی، تو قرآن مجید فرماتا ہے: جس نے نبی سے بیعت کی اس نے اللہ سے بیعت کی۔ اللہ سے بیعت کرنے کا ذرا مقام تو سوچو! ہاتھ نبی کا۔ بیعت رب العالمین کی، ہاتھ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اور بیعت رب العالمین کی ہو رہی ہے۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ o (سورۃ الفتح، آیت ۱۰) یعنی تم بیعت کرتے ہو۔ تمہارے ہاتھوں پر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ہاتھ ہوتا ہے اور حضور کے ہاتھ کو رب فرماتا ہے: یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تمہارا ہاتھ نیچے اور نبی اپنا ہاتھ ایسے (اوپر) رکھتے تھے اور پکڑ کر بیعت کرتے تھے تو اللہ فرماتا ہے: صحابہ تمہاری خوش نصیبی ہے کہ یہ ہاتھ جو میرے محبوب کا ہے میرا ہاتھ ہے۔ یَدُ اللّٰہِ اللہ کا ہاتھ ہے فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تمہارے ہاتھوں کے اوپر۔ دُنیا دیکھے نبی کا ہاتھ۔ رب فرمائے میرا ہاتھ......اب اگر وہابی کہے کہ تم نے نبی کو اتنا بڑھا دیا کہ نبی کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تک بتا دیا!......تو ہم نے نہیں بڑھایا ہے، رب نے فرمایا ہے، جاؤ اللہ سے پوچھو۔ تم تو بولتے ہو ہم ڈائریکٹ (Direct) جاتے ہیں، جاؤ ڈائریکٹ پوچھو۔ امام احمد رضا سے مت پوچھنا، کسی مفسر سے مت پوچھنا، کسی محدث سے مت پوچھنا۔ ڈائریکٹ والو جاؤ ڈائریکٹ......''اے اللہ! نبی کے ہاتھ کو تو نے اپنا ہاتھ بنا دیا۔''......ایسی عذاب کی بجلی ڈائریکٹ والوں پر گرے گی کہ۔ اِدھر کے رہے نہ اُدھر

کے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کوتوبہ کروانے کے لیے کوہِ طور پر حاضر ہوئے اور پہاڑ کے منھ پر جا کر کھڑے ہوگئے۔ اور جتنے گناہ گار اور توبہ کرنے والے لوگ تھے وہ نیچے تھے، حضرت موسیٰ ڈائریکٹ بات کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کلام ہونے لگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلام نیچے والے سن رہے تھے۔ وہ لوگ خوش نصیب تھے کہ نبی کے کہنے سے وہاں پہنچے تو نبی کے وسیلے سے خدا کا کلام ان کے کانوں تک آتا تھا۔ یہ ہے وہ ڈائریکٹ۔ ڈائریکٹ بات حضرت موسیٰ کو ہے لیکن یہ جو نیچے کھڑے تھے انہوں نے کیا کہا قرآن مجید فرماتا ہے:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (سورۃ البقرۃ، آیت ۵۵)

اے موسیٰ! ہم یہ کیسے مان لیں کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے؟ جب تک کہ ہم اپنی آنکھ سے ڈائریکٹ نہ دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دیکھو! ایک طرف تو اتنا بڑا اعزاز ملا کہ ڈائریکٹ اللہ کا کلام سُن رہے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ اے موسیٰ! آپ کے وسیلے سے سن رہے ہیں، ٹھیک ہے لیکن ہم اسی وقت مانیں گے کہ جب اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ نہ لیں۔ کتنی بڑی جرأت کی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (سورۃ النساء، آیت ۱۵۳)...... جیسے ہی انھوں نے یہ گستاخی کی، وسیلے کو نہیں مانا، ڈائریکٹ دیکھنے کی بات کی فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (سورۃ النساء، آیت ۱۵۳) اللہ کے جلال کی ایک بجلی کڑکی اور یہ جتنے کے جتنے ۷۰/ آئے تھے وہیں سب کے سب ہارٹ فیل ہوگئے، مَر گئے۔ اللہ کو ڈائریکٹ دیکھنے کی تم بات کرتے ہو۔ ارے ڈائریکٹ تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی نہیں دیکھا۔ ڈائریکٹ دیکھنے والے صرف ہمارے آقا و مولا مدنی دولہا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا مَیں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا نے فرمایا: تم نہیں دیکھ سکتے۔ تُو اُمتی ہوکر بولتا

ہے ڈائریکٹ دیکھیں گے ......

اسی طرح یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (سورۃ البقرۃ، آیت ۳) مومن وہ ہے جو بے دیکھے مان لے ...... کمال تو وہ ہے کہ نا دیکھے اور پہچان لے۔ اسی کا نام ہے۔ پیر روشن ضمیر ......

غوثِ پاک کو پیر روشن ضمیر کہتے ہیں۔ اور وہ اپنے ماننے والوں کو، اپنے عقیدت مندوں کو، قیامت میں سب کو پہچان کر کے اللہ سے بخشوائیں گے۔ اور یہاں تک فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے رب سے وعدہ لیا ہے کہ میرے سلسلے کا جو مرید ہو، اے مولا! کبھی وہ بے ایمان ہو کر نہ مرے۔ میرا سچا چاہنے والا کیسی بھی زندگی گزری ہے لیکن دُنیا سے جائے گا؛ وہ ایمان کی دولت لے کر جائے گا۔ 'بہجۃ الاسرار شریف' کی روایت ہے۔ وہ ہمارا پیر ہے، کہ کہاں سے کون پکارتا ہے اور وہ سن لیا کرتے ہیں، حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہینہ شروع ہو گیا ہے، وہ خود سب کو پہچانتے ہیں اور دُنیا کی چیز ان کو پہچانتی ہے،

شانِ غوث اعظم:

تین دن حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ بغداد شریف سے غائب ہو گئے۔ سارے مریدین پریشان ہیں، ڈھونڈ رہے ہیں، ڈھونڈ رہے ہیں، ایک شخص نے کہا کہ ہم نے انھیں دریائے دجلہ کے اس کنارے دیکھا ہے۔ تو لوگ دریائے دجلہ کے کنارے آکر کے جمع ہو گئے، بھیڑ لگ گئی، جب خوب بھیڑ جمع ہو گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ پیرانِ پیر ادھر سے دریائے دجلہ کے کنارے آئے، تو بسم اللہ کہہ کر دریائے دجلہ پر پیر رکھا تو پورا پانی رُک گیا، جیسے سڑک پر حضرت چل رہے ہیں، آپ کے جوتے اور چپل کے تلوے کو بھی پانی تر نہ کر سکا۔ فرماتے ہیں کہ: جب حضور پیرانِ پیر بیچ دریائے دجلہ میں آئے تو ظہر کا وقت ہو گیا، آپ وہیں بیچ دریائے دجلہ میں رُک گئے۔ سارے لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اوپر سے ایک گرین (Green) کلر کا نورانی مصلیٰ پانی پر بچھ گیا اور حضور غوثِ پاک اس مصلے پر

کھڑے ہو گئے، امام الاولیاء ہیں، دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اس مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے، پھر اچانک دیکھتے ہیں کہ رجال الغیب؛ رجال الغیب ان اولیا کو کہتے ہیں کہ ہم میں رہتے ہیں نظر نہیں آتے۔ جیسے جن، فرشتے، ہمارے ساتھ رہتے ہیں نظر نہیں آتے، ایسے ہی اولیا کی ایک جماعت ہے، جو ہم میں رہتی ہے لیکن نظر نہیں آتی ہے، ان کو کہتے ہیں ''رجال الغیب''۔ ایسے یہ مرد ہیں جو ہمیشہ نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں اس لیے کہ جب ضرورت پڑتی ہے تو ہماری مدد کر دیا کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں: رجال الغیب ظاہر ہو گئے اور پورے دریائے دجلہ پر صفیں لگانے لگے...... کیا نماز ہو گی!...... پانی کی سطح؛ ماربل کے فرش سے بہترین بن گئی۔ اور امام الاولیاء مصلۂ امامت پر ہیں اور رجال الغیب اولیا پیچھے صف باندھے ہوئے ہیں، بہت سے جن آ گئے اور اولیاے کرام کی بھیڑ لگ گئی، بغداد والے جھوم گئے، جلدی جلدی دریائے دجلہ میں انھوں نے وضو کیا اور کنارے ان لوگوں نے بھی صفیں باندھ لیں۔ پھر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلے پر ہیں، اذان ہوئی، اقامت ہوئی، حضرت نے نماز پڑھائی۔ سارے لوگوں نے نماز پڑھی اور نماز پڑھ لینے کے بعد اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف مُڑ گئے اور ارشاد فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا جب حضرت مُڑے اور دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا تو آپ کے منھ سے ہرے کلر کا نور نکل رہا تھا اور آپ دُعا فرما رہے تھے، وہ نور اوپر اُڑ کر آسمان تک پہنچا۔ دُعا کے آخری الفاظ تھے: اے رب العالمین! قیامت تک جو میرا سچے دل سے معتقد ہے اسے دُنیا سے اُٹھانا تو ایمان کے ساتھ اُٹھانا۔ لوگوں نے وہاں آواز سنی کہ: عبدالقادر تمہاری دُعا ہم نے قبول فرما لی۔ تو یہ وہ مقام ہے پیری مریدی

اس کو کہتے ہیں۔

آخرت کا سودا:

پیری مریدی رسم نہیں ہے بلکہ پیری مریدی آخرت کا سودا ہے۔ جامع طریقت و شریعت پیر کے ہاتھ پر بیعت ہونا ایسے ہی ہے کہ تم نے ایمان کا بیج اس میں ڈال دیا، وہ ایسا ہرا بھرا ہوگا کہ ایک ایک بیج سات سات سو ’توبہ‘ کی بالیاں پیدا کرے گا۔ آخرت کا اناج سات سات سو دانے کی شکل میں تمہارے ہاتھوں میں ڈال دیا جائے گا، تم یہاں بھی غذا کھا رہے ہو اور آخرت کی غذا بھی کھاؤ گے۔ یہ ہے پیری مریدی کا معاملہ۔ صرف پیر بال بڑھانے سے نہیں ہوتا ہے، لمبے جبے پہننے سے نہیں بنتا ہے، آڑے تیڑے سوٹا لے کر ’ہو، ہا‘ کرنے سے نہیں ہوتا ہے، پیر وہ ہے جو ’شریعت‘ پر اپنی ’طبیعت‘ کو قربان کردے۔ پیر دیکھنا تھا تو ہم نے دیکھا ہے۔ حضور مفتی اعظم (علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی) ہیں۔ طبیعت کا فتویٰ نہیں دیا۔ شریعت کا فتویٰ دیا ہے۔ حکومت لرز جائے، ایک پیرانہ سالی کا مفتی جو تقویٰ کا تاج دار اور مجدد اعظم (اعلیٰ حضرت) کا نورِ نظر؛ اس بڑھاپے میں بھی اس نے وہ فتویٰ دیا کہ گورنمنٹ ہِل گئی، اور میرے مفتی اعظم بستر پر بیماری کی حالت میں مسکراتے رہے۔ کوئی ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکا: وَ اَیَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ (سورۃ المجادلۃ، آیت ۲۲) رب فرماتا ہے کہ جو میری شریعت کا پابند ہوتا ہے؛ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جبریل اس کی مدد کرتے ہیں۔ فرشتوں سے مدد کرواتا ہے پروردگار عالم۔ نظر نہیں آتی رب کی مدد۔ لیکن مدد ہوتی رہی ہے، حکومتیں بدل گئیں لیکن تاج دارِ اہل سنت (حضور مفتی اعظم) کا فتویٰ نہیں بدلا ہے۔

شریعت اور طبیعت:

طبیعت کو چھوڑ دو اور شریعت پر عمل کرو۔ شریعت پر عمل کرتے رہو گے تو رب کی

مدد ہمیشہ ہمیشہ تمہارے شاملِ حال رہے گی۔ اور جب جانچنا ہے پیر کو تو یہ دیکھو کہ اس کا قدم حریمِ شریعت پر پڑتا ہے؛ یا طبیعت کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے اور مریدوں کو بتلاتا ہے۔ آج کے زمانے میں یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ ایک شخص حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں مرید ہونے کے لیے آئے؛ کہ مَیں دیکھوں کہ ان سے کرامتیں کس طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ ۶/مہینے تک رہا۔ غوثِ اعظم پیر روشن ضمیر تھے۔ ان کو معلوم ہوگیا کہ آیا ہے میرے جانچنے کے لیے اور جانچ کیسے رہا ہے؟ کرامت دیکھ کر کے، کہ ہوا میں اُڑتے ہیں کہ نہیں، آگ کا انگارا کھاتے ہیں کہ نہیں، دو چار بلیٹ منھ میں ڈال کر چباتے ہیں کہ نہیں، منھ سے سانپ نکالتے ہیں کہ نہیں۔ یہ سب دیکھنے کے لیے آیا تھا۔ اس طرح پیر کو جانچنے کے لیے آیا تھا۔ غوثِ پاک نے اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ کرامت خانقاہ میں ہوتی تھی اس کو نظر نہیں آتی تھی۔ کیوں کہ وہ غلط چیز لے کر آیا تھا۔ جانچنے کے لیے۔ ۶/مہینے کے بعد واپس جا رہا تھا۔ غوثِ پاک نے بلایا: کیوں جا رہا ہے۔ جانتے تھے کہ کیوں جا رہا ہے۔ کہا: حضور مرید ہونے کے لیے آیا تھا۔ فرمایا: کیوں نہیں مرید ہوا۔ کہنے لگا کہ: مَیں تو اس لیے آیا تھا کہ پہلے آپ کو جانچوں کہ کرامت والے ہیں کہ نہیں۔ میں نے کوئی کرامت دیکھی نہیں اس لیے واپس جا رہا ہوں۔ انھوں نے اپنا عصا۔ چھڑی تھی فرمایا: اُٹھا، اور لا یہاں۔ حضرت غوثِ پاک نے زمین پر اس کو رکھ کر کے چھوڑ دیا۔ جیسے آپ کا یہ اسٹینڈ کھڑا ہے نا بغیر سہارے کے، اِس کو بھی تو سہارا ہے۔ حضور غوثِ پاک کی لکڑی ایسی ہی بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ پہلی کرامت؛ یہ بتایا کہ جس کو میرے ہاتھ کا سہارا مل گیا اب اسے کوئی بھی سہارا نہیں ہے تب بھی وہ بالکل سیدھا کھڑا ہے۔ اس لکڑی کو میرے ہاتھ کی نسبت ہے۔ تو اسے دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ لکڑی کو سیدھا کر دیا وہ ماشاءاللہ کھڑی تھی۔ ارے جب لکڑی سیدھی ہو جائے غوثِ پاک کے ہاتھ سے تو

یہ تو انسان کیوں نہیں سیدھا ہوسکتا۔ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اسے اشارہ کیا تو پوری لکڑی اس طرح جلنے لگی، روشن ہوگئی جیسے رات میں ٹیوب لائٹ جلتا ہے۔اس طرح پوری لکڑی روشن ہوگئی۔ پھر غوثِ پاک نے اس شخص سے ارشاد فرمایا: اچھا تُو صحیح صحیح بول، سچ سچ بول؛ تُو جب میری خانقاہ میں داخل ہو رہا تھا تو تُو نے میری لکڑی کو دیکھا اور دل میں تُو نے یہی تو سوچا تھا کہ کاش آج غوثِ اعظم اس لکڑی سے کوئی کرامت دکھا دیتے۔آخر میں کہا: سوچا تھا کہ نہیں تُو نے؟ کہا: ہاں! حضور یہی سوچا تھا۔ کہا: تُو نے جو سوچا تھا وہ بھی مَیں جانتا ہوں۔اور جس کے بارے میں سوچا تھا وہ بھی جانتا ہوں اور جو سوچا تھا وہ بھی جانتا ہوں اور جب تُو آیا تھا جو سوچ کر وہ بھی جانتا ہوں اب تُو جا رہا ہے اپنی جانچ کر کے، تُو نے اپنی کھوٹی جانچ سے مجھے نہیں پہچانا اب مَیں تجھے پہچنوا دیتا ہوں، لے دیکھ لکڑی بغیر سہارے کے کھڑی ہے، دیکھ لے۔ جب اس نے دیکھا؛ اللہ اکبر! فوراً آگے بڑھ کر ہاتھ پکڑ کر مرید ہوگیا۔ غوثِ اعظم پھر فرماتے ہیں: سن الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ ہر کرامت سے بڑی کرامت شریعت کی پابندی ہے۔اس سے غوثِ اعظم نے یہ فرمایا: تُو نیچے درجے کی کرامت دیکھنا چاہتا ہے، اچھا بول جب سے تو میری خانقاہ میں (آیا) میری کوئی سانس تو نے شریعت کے خلاف دیکھی؟ کوئی قدم شریعت کے خلاف اُٹھتے ہوئے دیکھا؟ کہا: حضور! بہت غور سے دیکھا ایک ایک قدم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق اُٹھتا ہے، اس پر غوثِ پاک فرماتے ہیں: الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔اے سوچنے والے! سن وہ کرامتیں نہیں، وہ کرامت سب سے بڑی اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شریعت کی پابندی ہے، اس پر جو پابند ہوکر اور پھر ہوا میں اُڑتا ہے وہ ہوا میں اُڑنا کرامت ہے، اور شریعت کا پابند نہیں ہوا میں اُڑتا ہے وہ 'کرامت' نہیں 'شعبدہ' ہے۔ یہ Deference بتا دیا ہے......

یہ ہے ولی کی جانچ کا معیار۔عقیدہ بھی صحیح ہو اور شریعت پر عمل بھی صحیح ہو؛ وہی تمہارا پیر ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ پیر جب ایسا ملے گا تو تمہیں داڑھی رکھوائے گا، نمازی بنائے گا، تمہیں عقیدے کی سچائی بتائے گا، نماز کا نور بتائے گا، روزے کی افادیت بتائے گا، حج کا انداز بتائے گا، زکوٰۃ ادا کرنے کے فائدے بتائے گا۔ یہ سب باتیں کب ہوگی؟ جب وہ خود شریعت پر عمل کرے گا۔

سُنّی رہو! برائیوں سے بچو! اور امام احمد رضا کے مسلک پر چلو؛ تاکہ تمہیں شریعت اور طریقت کا سچا مزاج مل جائے۔ رب العالمین آپ کو؛ مجھ کو؛ سارے لوگوں کو؛ شریعت اور طریقت کو سمجھنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

خلاصۂ کلام:

اشرف الفقہاء کے مذکورہ ملفوظات میں شریعت پر استقامت کا درس ہے۔ فرائض و واجبات کی پابندی اور سنتوں پر عمل کا پیغام ہے۔ پیر کی پہچان، بیعت کا مقصد، مرید کے احکام، ارادت کے اُصول، اعمال کی اصلاح و باطن کی فلاح غرض سبھی تقاضے ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ زندگی شریعت کے آئینے میں سنورتی ہے اور پیر کامل کی نگہِ فیض سے باطن نکھرتا ہے۔ انقلابِ صالح نمودار ہوتا ہے۔ فتنوں کی بھیڑ میں اپنے دین کی حفاظت، سنیت و مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدمی کا درس زریں حاصلِ کلام ہے۔



حضور اشرف الفقہاء کی دار العلوم انوار رضا پر عنایتیں

مولانا عبد القادر سعدی

منیجر: دار العلوم انوار رضا، نوساری گجرات

چودہ سو سالہ تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے نفوسِ قدسیہ پیدا فرمائے، جنھوں نے اپنے علمی جلال، روحانی کمال اور دینی بصیرت سے اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کو ہدایت کی روشنی عطا کی۔ جہالت میں بھٹکنے والوں کو علم دین سے آراستہ فرمایا اور ایمان و عقیدے کی حفاظت کے لیے جگہ جگہ مدارسِ اسلامیہ کا عظیم نظام قائم فرمایا۔

ماضی قریب میں ایسی ہی ایک عظیم المرتبت اور درخشاں شخصیت حضور اشرف الفقہاء مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ آپ علیہ الرحمہ نے پوری زندگی مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت اور دین متین کی خدمت میں گزاری۔ جہاں آپ لوگوں کی رہنمائی کے لیے ہندوستان و بیرون ہند کے اسفار فرماتے رہے، وہیں اُمت کی آنے والی نسلوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کے لیے مدارس اسلامیہ کی بنیاد بھی رکھتے اور جو بستیاں پہلے ہی علم دین اور مدارس کی روشنی سے منور تھیں، وہاں کے دینی اداروں کی سرپرستی، نگرانی اور رہنمائی فرما کر انھیں مزید استحکام اور ترقی عطا کرتے۔

جن مدارس اسلامیہ کو حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقت، سرپرستی اور علمی فیوضات سے بھرپور استفادے کا شرف حاصل ہوا، ان میں ایک روشن

اور نمایاں نام دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات کا ہے۔

دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات پر حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی عنایتیں، شفقتیں زندگی بھر تسلسل کے ساتھ قائم رہیں اور بحمدہٖ تعالیٰ بعد از وصال بھی یہ سلسلہ یوں جاری ہے، جن کی جھلکیاں درجِ ذیل ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۲۰۱۴ء میں مدرسۃ البنات دارالعلوم انوار رضا کی نئی عمارت کی تیسری منزل کے افتتاح کا مبارک موقع تھا۔ ان دنوں حضور اشرف الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ گھٹنوں کے درد میں مبتلا تھے۔ درد کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی دعوت یا پروگرام میں تشریف لے جانا ہوتا اور صاحبِ خانہ کا مکان بالائی منزل پر ہوتا تو آپ منع فرما دیتے اور اوپر تشریف نہ لے جاتے لیکن جب معاملہ مدرسۃ البنات دارالعلوم انوار رضا نوساری کا آیا اور حضور عزیز العلماء حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قبلہ قادری برکاتی نے عرض کیا کہ: ''حضرت! تیسری منزل کا افتتاح آپ ہی کے دست مبارک سے ہونا ہے۔''.... تو حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً برجستہ ارشاد فرمایا:

''میں اوپر جاؤں گا، وہیں جا کر افتتاح اور وہیں ان شاء اللہ دُعا بھی ہوگی۔''

حضور اشرف الفقہاء کی دارالعلوم انوار رضا پر خاص عنایت، محبت اور شفقت تھی کہ اپنی ذات کے لیے سیڑھیاں چڑھنا گوارا نہ فرماتے مگر جب معاملہ دین، علم اور دارالعلوم انوار رضا کا آیا تو تکلیف کے باوجود تیسری منزل تک تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے اس منزل کا افتتاح فرمایا۔

آپ سبھی جانتے ہیں کہ حضور اشرف الفقہاء کا وصال مبارک ۶/ اگست ۲۰۲۰ء بروز جمعرات صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ناگپور کی سرزمین پر ہوا، یہ لاک ڈاؤن کا

زمانہ تھا، اور ان ہی دنوں دارالعلوم انوار رضا نوساری ٹرسٹ کے تحت قائم ہونے والے ''روئل انگلش میڈیم اسکول'' کی تعمیر کا کام جاری تھا۔

آپ کے اُن دنوں کے پروگراموں میں ایک بات خاص طور پر نمایاں ہوگئی تھی کہ دورانِ گفتگو آپ بار بار ''روئل انگلش میڈیم اسکول، دار العلوم انوار رضا نوساری گجرات'' کی تعمیر وترقی کی طرف لوگوں کی توجہ دلاتے۔ بیان کے اختتام پر جب عقیدت مند حضرات مصافحہ اور اکتسابِ فیض کے لیے حاضر ہوتے اور نذرانہ یا ہدیہ آپ کے دست مبارک میں پیش کرتے تو حضور اشرف الفقہاء وہ تمام رقم اسی اسکول کی تعمیر وترقی کے لیے عطا فرما دیتے۔ یہ دراصل دارالعلوم انوار رضا اور اس کے تعلیمی مشن کے ساتھ آپ کی بے مثال محبت، شفقت اور خصوصی عنایتوں کا ایک حسین اور ایمان افروز منظر تھا۔

دارالعلوم انوار رضا کو یہ عظیم شرف بھی حاصل رہا کہ حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ جب تک حیاتِ ظاہری میں رہے، دارالعلوم انوار رضا کے سالانہ جلسے کی سرپرستی فرماتے رہے، ختم بخاری شریف کے موقع پر بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس بھی آپ ہی کی زبانِ فیض ترجمان سے ہوتا اور یہ بابرکت سلسلہ آپ کے وصال مبارک تک جاری رہا۔

وصال کو آج ۶ رسال گزر چکے ہیں۔ بظاہر آپ ہمارے درمیان موجود نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج بھی دارالعلوم انوار رضا اور اس کے سالانہ جلسے کی روحانی سرپرستی آپ ہی فرما رہے ہیں! یہ محسوس بھی ہوتا ہے، یہ سب آپ کے فیوض و برکات ہی کا اثر ہے کہ آپ کے وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اسی شان، کامیابی اور قبولیت کے ساتھ ہمارے جلسوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہا ہے، جیسا آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہوتا تھا، بلکہ اب تو ان برکتوں اور ثمرات میں مزید اضافہ محسوس ہو رہا ہے۔

حضور اشرف الفقہاء کو دار العلوم انوار رضا نوساری گجرات کے منتخب اراکین سے بھی خاص محبت تھی اور قلبی تعلق تھا۔ جب کبھی مجلس یا میٹنگ منعقد ہوتی تو آپ نہایت درد مندی اور شفقت کے ساتھ بار بار ادارے کی تعمیر و ترقی، استحکام اور دینی خدمات کی طرف توجہ دلاتے۔

آپ اراکین ادارہ کو اس بات کی تلقین فرماتے کہ وہ اخلاص، اتحاد اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اس دینی قلعے کی خدمت میں لگے رہیں۔ ساتھ ہی آپ خود ادارے کے لیے جو جد و جہد، بھاگ دوڑ اور فکری کوششیں فرماتے، ان کی تفصیلات بھی اراکین کے سامنے بیان فرماتے تاکہ ان کے دلوں میں بھی ادارے کی محبت اور خدمت کا جذبہ مزید مضبوط ہو۔ یوں حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے طرزِ عمل، گفتگو اور فکر کے ذریعے دار العلوم انوار رضا کے ساتھ اپنی والہانہ محبت، خصوصی تعلق اور قلبی وابستگی کا عملی اظہار فرمایا کرتے تھے۔

حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ کی خصوصی عنایتوں، محبتوں اور دُعاؤں ہی کا اثر تھا کہ حضور عزیز العلماء حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قبلہ اور دیگر تمام اراکین دار العلوم انوار رضا ہمیشہ اس بات کا خاص اہتمام فرماتے تھے کہ اس علمی و دینی ادارے میں کوئی ایک اینٹ بھی حضور اشرف الفقہاء کے مشورے کے بغیر نہ رکھی جائے۔

خواہ کوئی نیا منصوبہ ہو، کوئی تعمیری مرحلہ ہو یا کسی نئے نظم و حکم کے نفاذ کا معاملہ، ہر اہم کام پہلے حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا۔ آپ نہایت شفقت اور دور اندیشی کے ساتھ اس کے ہر پہلو کو سنوارتے، رہنمائی فرماتے، پھر اس کو نافذ کیا جاتا۔

یہ مبارک سلسلہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی جاری رہا اور آج بھی آپ کے فیوض و برکات کی روشنی میں قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے صدقے اس ادارے پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، اس تعلق کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور دارالعلوم انوار رضا کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ دارالعلوم انوار رضا کے اساتذہ، طلبہ اور طالبات سے بھی بے حد شفقت فرماتے۔ جب بھی امتحانات کے موقع پر آپ کی تشریف آوری ہوتی اور امتحانی مجالس میں بحیثیت ممتحن رونق افروز ہوتے، تو آپ کا انداز صرف طلبہ کی جانچ یا امتحان لینے تک محدود نہ ہوتا بلکہ آپ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، انھیں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے اور یہ رہنمائی عطا فرماتے کہ انھیں کس میدان میں مزید محنت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کے یہ محبت بھرے کلمات طلبہ کے دلوں میں نیا حوصلہ، نئی امید اور علم کے لیے مزید شوق پیدا کر دیتے تھے۔

اسی طرح دارالعلوم انوار رضا کے جملہ اساتذہ کا بھی حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ سے گہرا تعلق اور والہانہ محبت کا رشتہ تھا۔ جب حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ تشریف لاتے تو اساتذہ اپنی علمی کاوشیں، فتاویٰ، تصنیفات اور دیگر تحریری خدمات لے کر حاضر ہوتے، حضرت سے دُعائیں لیتے اور اپنی محنتوں پر آپ کی نظر کرم حاصل کرنے کی سعادت پاتے۔

حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ نہایت شفقت، تحمل اور محبت کے ساتھ ان کی باتیں سماعت فرماتے۔ کبھی تھکن، ناگواری یا پریشانی کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ اساتذہ کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے دُعائیہ کلمات، تقریظات یا مختصر تحریری تاثرات ضرور عنایت فرماتے اور دُعاؤں سے نوازتے۔

کئی اساتذہ، مریدین اور طلبہ ایسے بھی تھے جو حضرت کے رعب کی وجہ سے اپنی بات پیش کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے۔ وہ صرف حضرت کا دیدار کر لیتے اور یہی دیداران کے دلوں کے سکون اور مسائل کے حل کا ذریعہ بن جاتا۔ بہت سے لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم کسی ضرورت یا مسئلے کے ساتھ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، مگر عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ ہم خاموش بیٹھے رہتے اور حضرت خود ہی گفتگو کے دوران ایسی بات ارشاد فرما دیتے یا کسی دوسرے شخص سے ایسا کلام فرماتے کہ گویا ہمارے دل کی بات جان لی گئی ہو اور ہمارے مسئلے کا حل عطا فرما دیا گیا ہو۔

یہ حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ کی دارالعلوم انوار رضا کے طلبہ، طالبات اور اساتذہ سے بے مثال شفقت اور روحانی تعلق کا ایک روشن باب تھا کہ آپ کی عنایات، دل جوئی اور دُعاؤں کا یہ مبارک سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ ان فیوض و برکات کو تا قیامت قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

''روئل انگلش میڈیم اسکول'' کا قیام بھی دراصل حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ کی دارالعلوم انوار رضا سے بے پناہ محبت، خصوصی عنایت اور دور اندیشی کا ایک روشن مظہر ہے۔ حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ جس طرح انوار رضا نے بنین و بنات کی دینی تعلیم و تربیت میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، اسی طرح ایک ایسا معیاری اسکول بھی قائم ہو جہاں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تربیت کا مضبوط نظام موجود ہو۔ الحمد للہ! اراکین دارالعلوم انوار رضا نے حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کے اس خواب کو بھی شرمندۂ تعبیر کیا اور ''روئل انگلش میڈیم اسکول'' کا قیام عمل میں آیا۔ آج الحمد للہ یہ ادارہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم، اسلامی اقدار، عقائد کی حفاظت اور عملی اصلاح کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے۔

اس وقت یہاں ساڑھے گیارہ سو سے زائد بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں، اور ادارہ پوری سنجیدگی کے ساتھ اس کوشش میں مصروف ہے کہ نئی نسل کو علم کے ساتھ کردار، تہذیب اور دینی شعور سے بھی آراستہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو مزید ترقی، استحکام اور قبولیت عطا فرمائے۔

حضور اشرف الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم خواب یہ بھی تھا کہ یہاں سے دسویں اور بارہویں جماعت مکمل کرنے والے طلبہ وطالبات صرف عصری تعلیم یافتہ نہ ہوں بلکہ حافظ قرآن اور عالم دین بھی بنیں۔ چنانچہ دارالعلوم انوار رضا اسی فکر اور منصوبہ بندی کے تحت مسلسل جدوجہد کر رہا ہے تاکہ حضور اشرف الفقہاء کے اس مبارک خواب کو بھی کما حقہ شرمندۂ تعبیر کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ! حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے، ان کے فیوض وبرکات کو جاری وساری رکھے اور دارالعلوم انوار رضا کو علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت اور دینی و دنیاوی کامیابیوں کا ایسا مرکز بنائے کہ یہ ادارہ آنے والی نسلوں کے لیے ہدایت، تربیت اور خدمت دین کا مینارۂ نور ثابت ہو۔ آمین یارب العالمین۔



مکہ مکرمہ میں مجالس اشرف الفقہاء

مرتب: سرفراز احمد ازہری برکاتی

دارالعلوم انوار رضا، نوساری گجرات

چھٹا عرس اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ و الرضوان روبرو ہے۔ میں نے اِمسال ''نقوش اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ'' پر کام کا ارادہ کیا تھا لیکن وقت کی کمی اور اپنی سستی دامن گیر رہی جس وجہ سے یہ اہم کام نہ کر سکا، جس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا، امسال تحریری کام کچھ نہ کروں اس پر دل مطمئن ہی نہیں ہو رہا تھا تو لگ گیا اس تلاش میں کہ کیا کروں؟ کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے اور مجھے تو صرف عنوان تلاش کرنا تھا، ناگہاں دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کی ان چند مجالس کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا جائے، جو شہور حج میں مکہ مکرمہ کی ہوٹل میں سجائی جاتی تھیں۔ بس لگ گیا کام پر اور پرانے کاغذات کھنگالنے لگا، کیوں کہ اس پر کام گزشتہ سالوں میں شروع کیا تھا، لیکن کیا کریں۔

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

کے مصداق کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور وقت گزر گیا، اب جب کہ پرانے کاغذات میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہاتھ میں یہ کاغذات آگئے، کہتے ہیں کہ مرنے والے کو تنکے کا سہارا مل جاتا ہے، مجھے تو منزل ہی مل گئی تھی، فوراً اس کی کمپوز شدہ فائل تلاش کرنے لگا۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہ فیضانِ حضور اشرف الفقہاء رہا کہ وہ فائل بھی دستیاب ہوگئی، بس

پھر کیا تھا لگ گیا کام پر، کیوں کہ اب وقت میں مزید ٹال مٹول کی گنجائش نہیں ہے۔

ویسے ہم ان مجالس اشرف الفقہاء کی طرف بڑھیں جو حرم پاک میں سجائی گئیں:

میں ایک اور بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ جب خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کوئی کام شروع کیا جاتا ہے تو پھر وہ نامکمل نہیں رہتا، ان مجالس کا کام ۲۰۱۷ء میں شروع کیا تھا۔ ہمارے پاس حضور عزیز العلماء حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قبلہ قادری برکاتی (بانی و مہتمم دارالعلوم انوار رضا، نوساری گجرات) ریکارڈ کر کے واٹس ایپ پر بھیج دیتے، میں اس کو محفوظ کرتا۔ پھر عالمہ فاضلہ محترمہ نشاط فاطمہ قادری نے ان کو صفحات کی زینت بنایا۔ پھر کمپوزنگ کی ذمہ داری حضرت مولانا طاہر رضا صاحب (مدرس: دارالعلوم انوار رضا، نوساری گجرات) نے اپنے کندھوں پر لے لی۔ یوں کام آگے بڑھا، لیکن حضرت کی ظاہری زندگی میں شاید وہ کام ہونا منظور نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ کام یوں ہی نامکمل رہ گیا۔ اس کی ابتدا میں خلوص تھا تو پھر یہ اثاثہ ظاہر ہوا اور اب ماشاء اللہ اختتام کے قریب ہے، جلد ہی ان شاء اللہ تعالیٰ پریس کے حوالے کیا جائے گا تا کہ عرس اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ پر رسم اجرا کیا جا سکے۔ اب میں آپ اور ان مجالس کے درمیان زیادہ حائل نہیں ہونا چاہتا۔ بس اس آخری بات پر قلم بند کرتا ہوں کہ دُعا فرمائیں کہ یہ کام آخری نہ ہو، اشرف الفقہاء کی خدمات ومجالس پر مزید کام کا عزم وحوصلہ ملے۔ جیسا کہ میں نے ''نقوش اشرف الفقہاء'' کی منصوبہ بندی کی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں میرے لیے آسانیاں پیدا فرمائے اور وہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

اب اوراق اُلٹیں۔ محافل اشرف الفقہاء کے مطالعہ سے شاد کام ہوں۔ یہ مجالس وہ ہیں جو مکہ مکرمہ کی بہاروں میں سجائی گئیں اور اب صفحۂ قرطاس پر سجی ہوئی ہیں۔

تاریخ مکہ شریف

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (سورۃ البلد:۱)

صدق اللہ مولٰنا العظیم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مکہ مکرمہ میں تمام حجاجِ کرام کا ہم استقبال کرتے ہیں اور مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس سرزمین پر آنا ہمارے نصیب میں لکھ دیا تھا۔ یہ زمین وہ ہے جہاں سب سے پہلے انسان، ہم سب کے باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام رہ چکے ہیں۔ یہ وہ سرزمین ہے، جس پر حضرت شیث علیہ السلام رہ چکے ہیں۔ یہ وہ شہر ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام اوران کی اولاد آباد ہوئی تھی۔نبیوں کا ایک سلسلہ اس سرزمین پر چلتا پھرتا رہتا تھا۔اورسب سے آخر میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پروردگارِ عالم نے اسی زمین پر پیدا فرمایا اور یہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن، جوانی اور چالیس سال، جب تک نبوت کا اعلان نہیں ہوا تھا؛ اسی زمین پر چلتے پھرتے رہے۔یہیں ان کے خاندان کے لوگ آباد تھے اور پھر چالیس سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے اعلان کے لیے یہیں غارِ حرا پر حضرت جبرئیل امین کے ذریعے سے حکم بھیجا، اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر کے بعد سے نبوت کا پیغام، اللہ کی توحید کا پیغام یہاں بسنے والے بت پرست، مشرک اور اللہ کے دین کو بھول جانے

والوں میں کن کن مصیبتوں اور کٹھنائیوں کے ساتھ پیش فرمایا، وہ تاریخ آپ کو بتائے گی۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال تک اس سرزمین پر رہے۔ چالیس سال کی زندگی قبل (اعلان) نبوت گزری اور پھر تیرہ سال اعلان نبوت کے بعد۔ اس طرح سے ۵۳ رسال، چالیس اور تیرہ کل ۵۳ رسال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں (مکہ میں) قیام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکمل دس سال تک تشریف فرما رہے۔ اس طرح آپ کی عمر کے ۶۳ رسال اس دنیا میں گزرے، ۵۳ رسال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں (مکہ) کی گلیوں میں رہے۔ یہاں آباد رہے۔ یہیں شادی کی، آپ کی اولاد اور نسل چلی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس مکہ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' قسم ہے اس شہر کی۔ ذرا اس شہر کا نصیبہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مبارک اور مقدس شہر کی قسم یاد فرمائی، انسان قسم کس کی کھاتا ہے؟ جو بڑی چیز ہوتی ہے آدمی اس کی قسم کھاتا ہے۔ اللہ کی قسم ہم کھاتے ہیں۔ رب کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس طرح قرآن عظمت والی چیز ہے، اس کی قسم کھاتے ہیں۔ میرے دوست! اللہ سے بڑا کوئی بھی نہیں۔ ہر اذان اور تکبیر میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ سب سے بڑا وہ ہے، اب وہ قسم یاد فرما رہا ہے شہر مکہ کی ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' اے لوگو! قسم ہے اس مکہ کی لیکن کیوں قسم ہے؟ ذرا قرآن کا تیور دیکھئے، آگے فرماتا ہے: ''وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' اے میرے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لیے کہ آپ یہاں رہتے ہیں۔

مکہ کی عظمت اپنی جگہ، کعبہ کی عظمت اپنی جگہ، چاہ زمزم کی عظمت اپنی جگہ، منیٰ

کی عظمت اپنی جگہ، مزدلفہ کی برکت اپنی جگہ، عرفات کی عظمت اپنی جگہ، ساری برکتوں نے اس مکہ کو اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے۔ دنیا کے اس شہر کو دیکھا جائے تو کتنی برکتیں اللہ تعالیٰ نے اس خوش نصیب شہر کو عطا فرمائی ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں سے کسی بھی چیز کی قسم قرآن میں یاد نہیں فرمائی، بلکہ فرماتا ہے: ''وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' حبیب! آپ یہاں رہتے ہیں اس لیے اس شہر کی قسم۔ یہ قرآن کا حکم ہے، اس سے اس شہر کی عظمت کا بھی پتہ چلا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کا بھی اس آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے۔حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم ناز سے جن راستوں کو فیض یاب کیا ہے، ان کنکروں کی، ان شاہراہوں کی، ان محلوں کی اللہ نے قرآن پاک میں قسم یاد فرمائی ہے، یہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا کھلا نشان ہے۔

پروردگار عالم نے ایسے مبارک شہر میں آنا ہمارے نصیب میں لکھ دیا تھا، جہاں پیغمبروں نے اپنی پاکیزہ زندگی گزاری ہے۔الحمدللہ! کیسا خوش نصیب آدمی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس مسلمان پر اللہ نے حج فرض کردیا اور اس نے حج نہ کیا، ٹالتا رہا، یہ کام کروں گا پھر حج کروں گا، بچوں کی شادی بیاہ کروں گا پھر حج کروں گا، مکان بنالوں گا پھر حج کروں گا۔اس طرح دنیا کے کام کی وجہ سے حج میں تاخیر کرتا رہا اور اس کا انتقال ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''چاہے وہ عیسائی ہوکر مرے چاہے وہ یہودی ہوکر مرے''... مطلب حج فرض ہونے کے بعد اگر حج نہیں کرتا ہے تو اس کے خاتمے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ہم کو اللہ نے یہ توفیق دی ہے کہ صاحب استطاعت ہیں اور اس شہر پاک میں آکر حج کریں گے، گویا کہ ہم نے اپنے خاتمہ بالخیر کی گارنٹی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہے۔اب ہمارا ایمان خاتمہ کے وقت سلامت رہے گا، بشرطیکہ وہ مومن پہلے سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی حفاظت حج کی ادائیگی کی وجہ سے فرمائے گا۔

یہاں بڑے بڑے مقامات ہیں۔ ان شاء اللہ تھوڑا تھوڑا بیان کرتا رہوں گا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں اور خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ یہ خانۂ کعبہ ہے لیکن اس کی ایک حیثیت دیکھئے، ایک پتھر کا بنا ہوا یہ مکان جس کا ذکر قرآن یوں کرتا ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ آل عمران:۹۶) اے لوگو! اس پوری دنیا میں پہلا جو گھر بنا ہے وہ مکہ میں ہے، اور بنایا کس نے؟ ابھی انسان اس زمین پر نہیں آیا تھا۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں انسان کو یہاں بھیجنے والا ہوں، اس کی عبادت کے لیے اے فرشتو! ایک عبادت خانہ تیار کرو، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے قبل ایک روایت میں ہے کہ دس ہزار سال پہلے فرشتوں نے یہ کعبہ تعمیر کیا، یہ کعبہ ایسا نہیں ہے کہ کسی مزدور نے بنایا ہو، اس کا فاؤنڈیشن فرشتوں نے رکھا ہے اور اس کا نقشہ اللہ نے بنایا ہے، اس کی تعمیر فرشتوں نے کی ہے، ایسا گھر اور ایسی عمارت کائنات میں نہیں ملے گی، یہ ہے خانۂ کعبہ اور خانۂ کعبہ سے بالکل سیدھے آسمان کے اوپر ایک فرشتوں کا بھی کعبہ بنا ہے، اس کا نام ہے 'بیت المعمور'۔ فرشتے اسی بیت المعمور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور انسانوں کی نماز کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسی بالکل پوائنٹ کے نیچے خانۂ کعبہ کی تعمیر کروائی تھی کہ میرے بندے اس کی طرف منہ کر کے میری عبادت کریں گے۔

خانۂ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بنا تھا۔ یہ اسلام ہم کو تصور دیتا ہے کہ اے لوگو! روٹی بوٹی دوسرے نمبر پر ہے، اللہ کی عبادت پہلے نمبر پر ہے، تم دنیا میں نہیں آئے تھے اور اللہ نے تمہاری عبادت کے لیے خانۂ کعبہ بنا دیا تھا۔ لیکن آج مسلمان پہلے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے۔ پھر مسجد بناتا ہے۔ پھر عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، ہمارے اسلام کا تصور یہ ہے کہ پہلا پوائنٹ اللہ کی یاد ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہم کو بدن بھی دیا ہے۔ بدن میں روح عطا فرمائی ہے۔ زبان بولنے کے لیے عطا فرمائی ہے۔

ہاتھ پکڑنے کے لیے، ورنہ ہم کیا تھے؟ ہم مٹی کے ڈھیلے تھے پانی کی شکل میں تھے، قرآن فرماتا ہے: ''انسان کو میں نے مٹی سے پیدا کیا'' ... کون ہے جو مٹی کو بولتے ہوئے دیکھتا ہے۔ کون ہے جو مٹی کو حج کرتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اس مٹی کو یہ شرف عطا فرمایا کہ اس کی زبان کو گویائی عطا فرمائی، اب یہ مٹی قرآن پڑھتی ہے، یہ مٹی سجدہ کرتی ہے، یہ مٹی کعبہ کا طواف کرتی ہے۔ ہم مٹی تھے ہماری حقیقت اتنی گری ہوئی ہے کہ پاؤں سے روندنے کے لائق ہے، لیکن اس رب کا کرم ہے کہ اس روندی ہوئی مٹی کو انسان بنا کر فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۰) ہم نے انسان کو بزرگی عطا فرمائی، اب یہ بزرگ ہو گیا کہ فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ ایسا یہ معزز ہو گیا کہ جبرئیل اس کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ اکبر! اس کی پیشانی جہاں جھکتی ہے، وہاں اللہ کی رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ عظمت عطا فرمائی کہ انسان اپنی عظمت کو دیکھے اور اپنی حقیقت کو دیکھے، یہ رب کی نعمت ہے اور حقیقت مٹی ہے۔ اگر وہ اپنی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے کبھی غرور نہیں کرتا، کبھی گھمنڈ نہیں کرتا۔ I am something نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اے دوستو! ہم مٹی ہیں ایک دن مٹی بن جائیں گے، یہ ہماری حقیقت ہے۔

دولت ہماری حقیقت نہیں ہے۔ سیاست کی کرسی ہماری حقیقت نہیں ہے۔ ہماری حقیقت انکساری ہے۔ تواضع ہے اور گر گر کے اللہ کی طرف سے عظمت کو پانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شرف عطا فرمایا اور خانۂ کعبہ کی جو عظمت ہے وہ ان شاء اللہ کل بیان کروں گا۔ اس کے کتنے اینگل ہیں۔ ان کی کیا کیا حقیقت ہے، حطیم کی کیا حقیقت ہے۔ میزاب رحمت کسے کہتے ہیں اور ملتزم کسے کہتے ہیں۔ یہ سارے پوائنٹ کعبہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان کو سمجھ کر ہم اگر طواف کرتے ہیں تو اس طواف میں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے اور نورانیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے بیان کو قبول فرمائے اور ہم سب کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا فرما دے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ ☆☆☆

نسبتوں کی بہار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ (سورۃ البقرۃ:۱۵۸)

صدق اللہ مولٰنا العظیم۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میرے دینی بھائیو! اور حاجی صاحبان! اسلام میں نسبت کو بڑی اہمیت اور Importance حاصل ہے۔ کسی اللہ والے سے کوئی چیز نسبت اور Connection حاصل کرلیتی ہے تو اللہ کے نزدیک وہ چھوٹی چیز بہت بڑی ہوجاتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم طور پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے اور وہاں ان کو اللہ کا جلوہ نظر آیا تو اس طور پہاڑ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عظمت عطا فرمائی، اور طور پہاڑ جس وادی اور جس میدان میں ہے؛ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا: اے موسیٰ! اس میدان کا ادب کرو۔ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے: فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (سورۃ طٰہٰ:۱۲) حضرت موسیٰ جا رہے تھے تو اللہ کی طرف سے ندا آئی ”فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ“ اے موسیٰ! اپنے جوتے اتار کر ایک طرف رکھ دو“ اِنَّکَ

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ‘‘اس لیے کہ آپ ایک مقدس میدان اور وادی میں آئے ہوئے ہیں۔حضرت موسیٰ نے اپنے جوتے ایک طرف اُٹھا کر رکھ دیے اور ننگے پاؤں کوہ طور پر تشریف لے گئے، یہ اس پہاڑ کی عظمت ہے، ابھی میں تفصیل نہیں کرسکتا۔قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (سورۃ التین:۱۔۳)قسم ہے انجیر کی۔انجیر جنتی پھل ہے، جنت سے اس کو نسبت ہے تو اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم ارشاد فرمائی’’وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ‘‘اور قسم ہے زیتون کی۔آپ یہاں پر کھاتے ہوں گے کالا اور گرین، یہ زیتون یہ بھی بڑی فضیلت والا ہے۔’’وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ‘‘اور قسم ہے طور سینا کی، جس پر موسیٰ علیہ السلام گئے تھے’’وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ‘‘اور قسم ہے اس مکہ شہر کی، اس لیے کہ اے نبی! آپ یہاں رہتے ہیں۔غرض کہ ایک سرزمین ہے۔ پہاڑ ہے۔پھل ہے وہ اللہ کو پسند ہے، اس لیے کہ وہ پہاڑ حضرت موسیٰ کے قدموں کے نیچے آیا۔اسی طرح سے اے لوگو! وہ پہاڑ جسے صفا اور مروہ کہتے ہیں۔ایک پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں۔یہ اللہ کے نزدیک کتنے پیارے اور محبوب ہیں، قرآن فرماتا ہے:اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ... کہ صفا اور مروہ اور پہاڑیوں کی طرح اے حاجیو! نہیں ہے، پتھر وہ بھی ہے، ہمالہ بھی پتھر ہے، پتھر یہ بھی ہے، کوہ قاف بھی پتھر ہے، پتھر یہ بھی ہے، ستپوڑا پہاڑ بھی پتھر ہے، پتھر یہ بھی ہے، وندھیاچل پہاڑ بھی پتھر ہے، سب پتھر ہیں، لیکن پتھر کو مت دیکھو، نسبت کو دیکھو، وہ پتھر والا پہاڑ جس کو موسیٰ علیہ السلام کے قدموں سے نسبت ہے، وہ پہاڑ بڑی عظمت والا پہاڑ ہے۔رب العالمین اس کی قسم بیان فرما رہا ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، ایوریسٹ کی چوٹی نہیں ہے، یہاں پر ڈائمنڈ نہیں نکلتا ہے۔ پلاٹینم کا خزانہ نہیں ہے۔لیکن اللہ کی ایک محبوب بندی حضرت ہاجرہ نے اس کو اپنے پاؤں سے روندا ہے تو رب العالمین فرماتا ہے کہ اب اس پہاڑ کا نصیبہ بہت بلند ہوگیا، اس

کا مقابلہ ایوریسٹ نہیں کرسکتا۔اس کا مقابلہ ڈائمنڈ کا خزانہ نہیں کرسکتا۔میری محبوب بندی نے یہاں اس کی چوٹیوں پر اپنے قدم رکھے ہیں، یہ اب میری نشانی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میری نشانی ہے۔حالاں کہ اس پہاڑ پر حضرت ہاجرہ کے قدموں کی نشانی تھی، اللہ تعالیٰ کو یہ فرمانا تھا کہ یہ ہاجرہ کی نشانی ہے۔میرے گھر میں اگر میرا کرتا ہوگا تو وہ میری نشانی کہلائے گا۔میری انگوٹھی ہوگی میری نشانی کہلائے گی۔میرا پیرا اگر کہیں پر پڑ جائے گا اور نشان بن جائے گا تو وہ میری نشانی۔لیکن اسلام نے ایک عجیب تصور دیا ہے۔نشانی حضرت ہاجرہ کے قدم کی ہے اور اللہ فرماتا ہے: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ... یہ صفا ومروہ میری نشانی اللہ کی نشانی ہے، اور جو چیز اللہ کی نشانی ہوجاتی ہے، اس کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے اور اس کی توہین حرام اور کفر ہے، یہ پہاڑ اور پہاڑوں کی طرح نہیں ہے، جب ان پہاڑوں کا نصیبہ اتنا ہے تو میرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام کتنا بلند ہوگا۔ وہ ہمارے جیسے نہیں ہیں، یہ پہاڑ پہاڑوں جیسا ہے، لیکن پہاڑ جیسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خبردار! اس کے خلاف کوئی بات، گستاخی کی مت بولنا، یہ میری نشانی ہے ''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ'' یہ اللہ کی نشانی ہے۔

میرے دوستو! آپ حرم میں جائیں گے تو کعبۂ معظمہ کے دروازے کے سامنے ایک اوٹے کے اوپر بلوری کانچ کے اندر ایک بائی ڈیڑھ کا ایک معمولی سا پتھر نظر آئے گا، اگر آپ جھانک کر دیکھیں گے تو اس پر دو پیروں کے نشان ہیں اور یہ آج سے نہیں ہے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے پتھر لگایا گیا ہے، سارے پتھر جو کافروں نے لگوائے تھے، ان پتھروں کو اللہ تعالیٰ نے نکلوادیا، لیکن ابراہیم علیہ السلام کا پیر جس پتھر پر پڑا تھا ہزاروں سال گزر گئے، آج بھی وہ اپنی شان وشوکت کے ساتھ قائم ہے اور پروردگار عالم فرماتا ہے: فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ (سورۃ آل عمران: ۹۷) اے

لوگو! یہ پتھر جو مقام ابراہیم کہلاتا ہے ’’فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ‘‘ اللہ کی نشانی ہے۔حضرت ابراہیم کے پیر کی نشانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ‘‘ یہ میری آیت ہے، اب وہ پتھر مت دیکھو، اس پتھر پر نشانِ قدم ابراہیم دیکھو، اب آیت بن گیا یہ پتھر۔ کتنا اونچا مقام ہے اسلام میں نسبت کو۔آج مسلمان نسبتوں کو بھولتا جارہاہے، نبی کو اپنے جیسا سمجھتا ہے۔نسبتوں کو بھول رہا ہے،تو اللہ والوں سے اسے بدگمانیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ایک پتھر جب ابراہیم علیہ السلام کے قدم سے وابستہ ہو گیا تو خدا کی قسم رب فرماتا ہے: ’’فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ‘‘ میری کھلی ہوئی آیت ہے۔ایک آیت نہیں سینکڑوں آیت اس سلسلے میں پیش کرسکتا ہوں۔اسی طرح پتھر کی بنی ہوئی چوکور عمارت جسے ہم کعبہ کہتے ہیں،جس کی طرف ہم اپنی پیشانی جھکاتے ہیں۔ہم اس کو خدا نہیں مانتے ہیں، بلکہ اس کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام نے،آدم علیہ السلام نے،حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا ہے،تو اللہ تعالیٰ نے اسے نشان ہدایت اور برکت کا سینٹر بنا دیا ہے،اور اس کو اپنی نشانی قرار دے دیا ہے۔ اس طرح سے کہ یہاں پر چوبیس گھنٹہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اُترتی رہتی ہے۔یہ کعبۂ معظّمہ ہمارے دلوں کی دھڑکن ہے۔اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے۔ہماری پیشانیاں جھکتی ہیں۔ہم پتھر کے سامنے نہیں جھکتے بلکہ رب نے ہمیں جدھر جھکا دیا اُدھر جھکتے ہیں، پروردگار عالم ہمارے سجدوں کو قبول فرمائے۔یہ خانۂ کعبہ ہے، اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس کے چار اینگل ہیں، چار کونے ہیں،آپ نے جہاں سے طواف شروع کیا، وہاں جنتی پتھر ہے، جو پہلے دودھ کی طرح سفید تھا،حضرت آدم علیہ السلام اسے لے کر آئے تھے،اور جب کعبہ بنا تو اس کو اسی اینگل میں فٹ کر دیا۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دودھ کی طرح سفید تھا لیکن جب اسے لوگ چومتے ہیں تو بہت سے گناہ چومنے والے کے نامۂ اعمال میں ہوتے ہیں، یہ پتھر چومنے والوں سے اتنا پیار کرتا ہے، گناہ تم نے کیا لیکن یہ

پتھر اس گناہ کی سیاہی کو چوس لیتا ہے، پی لیتا ہے اور تمھیں کلین کر دیتا ہے، پتھر میں یہ کمال، وہ گناہوں کو دور کر دے؟ گناہوں کو صاف کر کے نامۂ اعمال کو کلین کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چوستے چوستے اب وہ کالا ہو گیا ہے، اب اس کا نام حجر ابیض نہیں، سفید پتھر نہیں، اب اس کو حجر اسود کہتے ہیں۔ حجر کا معنی عربی میں پتھر اور اسود کے معنی سیاہ Black Stone اب ہو گیا ہے۔ اس کو چومنا گناہوں کو دھونا ہے لیکن اس بھیڑ بھاڑ میں ہر مسلمان کمزور مرد عورت وہاں کہاں پہنچ سکتے ہیں، لیکن اے اللہ! تیرا یہ کرم ہے، تو نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں چومنے والوں کو جو ثواب عطا فرمایا ہے، جو فائدہ عطا کیا ہے۔ دور سے استلام کرنے والوں کو بھی وہی فائدہ دیتا ہے، یہ کتنا بڑا کرم ہے، اگر چومنا ہی خالی ہوتا تو بڑی مصیبت ہوتی، کتنی لاشیں گر جاتیں۔ سر ٹوٹ جاتے، کمزور لوگ محروم رہ جاتے، اے رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کا صدقہ کہ آپ نے اپنی امت پر کرم فرمایا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ چوم سکتے ہو تو چومو۔ اگر چوم نہیں سکتے تو ہاتھ لگا کر چھو کر اپنے ہاتھوں کو چوم لو۔ یہ ہمارا ہاتھ ہزاروں گناہ کر کے آیا ہے لیکن اس پتھر پر لگ جاتا ہے تو چومنے کے قابل ہے، بولو ایک گناہ گار اپنا ہاتھ چوم رہا ہے تو اس بات کی دلیل اسلام دے رہا ہے، یہ نسبت ہے نسبت کو چوم رہا ہے۔ اگر اللہ والے کا ہاتھ کسی نے چوم لیا تو اسے اللہ سے نسبت ہے، یہ بہت بڑی دلیل ہے اس کے لیے۔ تو میں عرض کر رہا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہاتھ اگر نہیں پہنچ سکتا ہے، تمہارے ہاتھ میں اگر Stick اور لکڑی ہے تو اس کو اٹھا کر کے اس پر ٹچ کرو۔ لکڑی کو چوم لو تو وہی فائدہ ہوگا۔ یہ لکڑی کو کیوں چموایا جا رہا ہے، اس لیے کہ اس کو نسبت حجر اسود سے ہو گئی، پھر ارشاد فرتے ہیں کہ اگر تمہارے پاس لکڑی بھی نہیں، نہ ہونٹ پہنچ سکتا ہے، نہ ہاتھ ٹچ ہو سکتا ہے تو بولو اب کیا کرو گے؟ کہاں کتنے لوگ

لکڑی لے لے کر آئیں گے، اگر اس بھیڑ میں سب لکڑی لے کر آئیں تو حالت یہ ہوگی کہ لکڑی کتنے لوگوں کو زخمی کر دے گی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اگر تم وہاں تک نہیں پہنچ سکے تو صرف اس کی طرف اشارہ کر کے ہتھیلی کو چوم لو۔ اشارہ کرنے میں لکڑی تو وہاں ٹچ ہوئی تھی۔ ہاتھ تو اشارہ کرنے میں ٹچ نہیں ہوتا ہے، لیکن اس مبارک پتھر کی طرف اشارہ بھی ایک نسبت ہے، اب یہ ہتھیلی اس لائق ہوگئی کہ اسے چوما جائے۔ اور جس طرح سے چومنے کا ثواب ہے وہی استلام کا ثواب ہے، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ زیادہ آپس میں دھکا مکی مت کرنا، یہ ایک اینگل ہے، جسے ''رکن حجر اسود'' کہتے ہیں، یہاں سے آپ طواف شروع کرتے ہیں اور جدھر مقام ابراہیم ہے اُدھر آپ بڑھتے ہیں، اس کے سامنے کعبہ کا دروازہ ہے، دروازہ اور حجر اسود کے بیچ کا دیوار کا جو حصہ ہے اس کو ''ملتزم'' کہتے ہیں، یہ بہت ہی مبارک جگہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اکثر دیکھا کہ حضرت جبرئیل اپنا سینہ لگا کر اور دونوں ہاتھ اس پر چپکا کر ملتزم پر یہ پڑھتے تھے، یاواجد یاماجد، یاواجد یاماجد۔ وہ حصہ حضرت جبرئیل کے سینے سے نسبت رکھتا ہے، وہاں یاواجد یاماجد کا ذکر کرنا بڑا ہی ثواب کا کام ہے۔ اگر آپ کو وہاں بھیڑ بھاڑ نہ ہو اللہ نے توفیق دے دی پہنچ گئے، تو یہ سینہ اس لیے لگا دو کہ یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ لگا تھا، جبرئیل کا سینہ لگا تھا اور ہاتھ اس پر ایسے چپکا دو اور کہو یاواجد یاماجد۔ اللہ ایک مرتبہ اس وظیفہ کو قبول فرمائے گا تو سینے کی ساری کدورتیں دور ہو جائیں گی۔

حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے بیچ کا جو پٹہ ہے اسے ''ملتزم'' کہتے ہیں، چپکنے کی جگہ، لپٹنے کی جگہ۔ پھر آپ وہاں سے چلیں تو اب دوسرا کونہ ملے گا، اس رکن کو، اس کونے کو ''رکن عراقی'' کہتے ہیں، پہلے حجر اسود ہے اس کے بعد رکن عراقی ہے، رکن عراقی جو ملک عراق کی طرف پڑتا ہے اس لیے اس کو عراقی کہتے ہیں۔ اب یہیں سے آپ دیکھیں گے

ایک ماربل کا گول دائرہ بنا ہوا ہے رکن عراقی ہے اور اس طرف رکن شامی ہے، جو ملک شام کی طرف پڑتا ہے اور یہ جو گول دائرہ دھنس جیسے ہے، اسے ''حطیم'' کہتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں تک کعبہ بنایا تھا، لیکن بعد میں پیسے کی کمی ہونے کی وجہ سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بنایا گیا تو اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا تھا، کعبے کا حصہ ہے وہ، اس میں نماز پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے آپ کعبے کے اندر نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری خواہش یہ ہے کہ میں کعبے کے اندر جا کر نماز پڑھوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور حطیم میں لا کر کھڑا کر دیا اور ارشاد فرمایا: عائشہ یہاں نماز پڑھ لو یہ ایسے ہی ہے جیسے تم نے کعبے میں نماز پڑھی۔ تو اگر ہم کو وہاں جگہ مل جائے تو دو رکعت نماز وہاں ضرور پڑھ لیں۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ نے کعبے کے اندر نماز پڑھی، اب اسی بیچ میں دیکھیں گے کہ کعبے کی چھت پر سونے کی ایک پرنالی لگی ہوئی ہے، اس کو کہتے ہیں ''میزابِ رحمت''، یعنی رحمت کا پرنالہ۔ ہماری نگاہیں نہیں دیکھ رہی ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چوبیس گھنٹے وہاں رحمت کی بارش اور بوندیں ٹپکتی رہتی ہیں۔ یہ میزابِ رحمت ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: اس میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر جو دعا مانگو گے تمہاری دُعا قبول ہوگی۔ اگر اللہ توفیق دے، موقع مل جائے تو اس موقع سے بھی آپ غفلت نہ کریں۔

ایک اینگل ہوا رکن عراقی، پھر حطیم۔ حطیم جا کر کے رکن شامی پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ملک شام کی طرف ہے اور پھر چوتھا کونہ رکن یمانی ہے جو ملک یمن کی طرف پڑتا ہے، وہاں اگر پردہ گرا رہتا ہے تو تھوڑا سا کاٹا ہوا پردہ ہے رکن یمانی پر، وہ اس لیے کاٹ دیا گیا

ہے کہ وہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف کرتے ہوئے بوسہ دیا ہے، اگر بوسہ نہیں دے سکتے تو ہاتھ لگا کر چوم کر کے بڑھ جاؤ، وہاں استلام نہیں کرنا، مکروہ ہے۔ اتنا ضرور کرنا چاہیے کہ وہ رکن یمانی ہے، اگر آپ چوم نہیں سکے تو ہاتھ بڑھا کر چوم کر نکل جاؤ، لیکن یہ بھی خیال رکھیں کہ وہاں طواف کرتے ہوئے کھڑے نہیں رہنا چاہیے، یہ چار اینگل ہوئے۔ رکن حجر اسود، رکن عراقی، رکن شامی اور رکن یمانی۔ یہ چار اینگلس ہیں، چوکور یہ کعبۂ معظّمہ بنا ہوا ہے۔ آپ ان اینگلوں کو ذہن میں رکھیں۔ ایک اور بات سن لو پھر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ رکن شامی اور رکن یمانی کے بیچ کی دیوار اس کو ''مستجار'' کہتے ہیں، یعنی جب آپ وہاں بیٹھتے ہیں یا وہاں سے گزرتے ہیں تو اللہ کی رحمت کی آغوش اور پناہ میں ہوتے ہیں، اس کو مستجار کہتے ہیں اور رکن یمانی اور رکن حجر اسود کے بیچ کی دیوار جو ہے اسے ''مستجاب'' کہتے ہیں، مستجاب کا مطلب یہ ہے کہ جو دُعا وہاں مانگی جائے ان کی دُعا پر آمین کہنے کے لیے ستر ہزار فرشتے اللہ نے وہاں مقرر کر رکھے ہیں۔ وہاں سے گزرتے ہوئے اسی لیے یہ دُعا رسول نے سکھائی ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۃ البقرۃ:۲۰۱) یہ ایسی جامع دُعا ہے کہ دنیا کی بھی بھلائی اس میں ہے اور آخرت کی بھی بھلائی اس میں ہے۔ ان چیزوں کو ذہن میں رکھ کے اسی امنگ اور خواہش کے ساتھ آپ طواف کریں گے تو ان شاءاللہ آپ کو لذت محسوس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ میرے بیان کو میرے لیے باعث نجات بنائے اور آپ لوگوں کے ثواب کو بڑھائے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(سورۃ البقرۃ:۲۰۱)



عقیدے کی روح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں زندہ انسان بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ اور ایک زندہ انسان کو دو چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک ایسی چیز ہے جو نگاہوں سے، آنکھوں سے نظر آتی ہے اور دوسری چیز وہ ہے جو نگاہوں سے، نظر سے نظر نہیں آتی۔ نظر آنے والی چیز کو ہم بدن، جسم اور باڈی کہتے ہیں۔ یہ تمام حضرات بیٹھے ہیں، ایک زندہ انسان ہیں، ان کی باڈی، ہائٹ، موٹا، لمبا، دبلا، یہ سب نظر آتا ہے۔ دوسری چیز زندہ انسان کے لیے ایسی ہے جو نظر نہیں آتی۔ اس کا نام ہے روح۔ روح کسی نے آج تک نہیں دیکھا، حتیٰ کہ ماں کے پیٹ میں روح آتی ہے لیکن دنیا کی کوئی ماں ایسی نہیں ہے جو بتائے کہ روح کیسی ہوتی ہے، لمبی ہوتی ہے، گول ہوتی ہے، چپٹی ہوتی ہے، موٹی ہوتی ہے، کالی ہوتی ہے، گوری ہوتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں روح کب آئی۔ اللہ کا سسٹم اور نظام ہے کہ کسی ماں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اسی طرح بستر پر مرنے والا پڑا رہتا ہے، جب تک سانس چلتی ہے، لوگ کہتے ہیں زندہ ہے۔ اور چند لمحے کے بعد ڈاکٹر Judgment دیتا ہے کہ

یہ مر گیا، روح اس کی نکل گئی۔

آج تک دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا، چاہے وہ ڈاکٹر ہو، سرجن ہو، بڑے سے بڑا ماہر امراض ہو، اس سے پوچھا جائے روح گئی تم نے دیکھا؟ وہ کہے گا روح کسی نے دیکھا ہی نہیں، تو معلوم ہوا کہ روح ایک ایسی چیز ہے جو نظر نہیں آتی ہے، لیکن اصلِ انسان وہی ہے۔ یہ بدن جو ہے یہ انسان نہیں ہے۔ اصل انسان وہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ اگر وہ ہے تو یہ بدن رشتہ داری کے لائق ہے۔ کھلایا جاتا ہے۔ پہنایا جاتا ہے۔ اس سے رشتہ کیا جاتا ہے، پیار و محبت کی جاتی ہے۔ یہ بدن سے محبت اس لیے نہیں ہے کہ یہ اتنا لمبا ہے، یہ گورا ہے، یہ خوب صورت ہے۔ اس بدن سے محبت چاہے ماں باپ کو ہو، چاہے دوست کو ہو صرف اس لیے ہے کہ اس کے اندر اصل انسان روح موجود ہے، اور جس دن روح نکل گئی اب ماں اور باپ اس کو اپنے گھر میں رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ جس اولاد کو کھلاتے پلاتے تھے، بریانی پکاتے تھے، اچھے کپڑے پہناتے تھے، اس کے لیے دُلہن سنوار کر لاتے تھے۔ بنگلہ تیار کرتے تھے، جب اس کے بدن سے روح نکل گئی تو پہنایا ہوا کپڑا بھی نکال لیا جاتا ہے۔ جیب میں جو پیسے ہیں وہ بھی نکال لیے جاتے ہیں۔ رہنے کے لیے بنگلہ بنایا اب یہ اس کا نہیں، اس کے وارث کا ہو گیا۔ یہ کس کے لیے تھا، بدن کے لیے نہیں تھا، اس روح کے لیے تھا۔ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کا سسٹم یہ ہے کہ نظر نہ آنے والی چیز ہی سب سے اہم اور Important ہوتی ہے۔ اس کو سمجھو یہ بدن کا پیار اسی اندر والے (روح) کی وجہ سے ہے۔ یہ ہے زندہ انسان کی ایک History اور قدرتی ڈائری، جو میں نے آپ کے سامنے مختصر کر کے پیش کر دیا ہے، یہ ہے دنیا کی زندگی۔ اب ایک مسلمان دنیا میں صرف زندہ رہنے کے لیے نہیں آیا ہے، دنیا میں آرام کرنے کے لیے نہیں آیا ہے۔ مسلمان کی ایک اور زندگی ہے جس کا تعلق دنیا سے نہیں ہے آخرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو آخرت

کی زندگی کے لیے دو چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ایک نظر آتی ہے اور ایک نظر نہیں آتی، جیسے بدن نظر آتا ہے روح نظر نہیں آتی۔اسی طرح آخرت کی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں عطا فرمائی ہیں؛ ایک نظر آتی ہے اور ایک نظر نہیں آتی۔آپ پوچھیں گے نظر آنے والی چیز کیا ہے؟ اس کو قرآن فرماتا ہے: نظر آنے والی چیز اس کا نام ہے''عمل'' آپ نماز پڑھتے ہیں ہم کو نظر آتا ہے، ہم دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں یہ نماز پڑھ رہا ہے، احرام باندھ کر لبیک کہہ کے آپ منیٰ عرفات کی طرف جھومتے جھامتے دیوانوں کی طرح جاتے ہیں، لوگ دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں یہ حج کر رہا ہے۔آپ تلاوتِ قرآن کر رہے ہیں، نظر آتا ہے، جو عمل بھی آپ کریں گے، پیسہ بانٹیں گے، زکوٰۃ دیں گے، نظر آتا ہے۔عمل جو ہے یہ بدن کی طرح ہے، نظر آتا ہے، لیکن اصل آخرت کی زندگی صرف عمل نہیں ہے۔ایک ایسی چیز ہے جو سب سے Important ہے، جس طرح روح اور بدن کا Combination تھا تو دنیا کی زندگی قائم تھی، اسی طرح آخرت میں عمل ہے، جو نظر آتا ہے وہ بھی کامیابی کے لیے ضروری ہے، اور دوسری چیز جو نظر نہیں آتی اس کا نام ہے''عقیدہ''عقیدہ کسی کا آج تک کسی نے نہیں دیکھا ہے کہ عقیدہ جو دل میں ہے وہ کیسا ہے، عقیدہ روح کی طرح ہمیشہ پوشیدہ رہتا ہے اور عمل بدن کی طرح نظر نہیں آتا ہے۔بدن اور روح کا جب تک صحیح تعلق رہتا ہے وہ زندہ ہے۔بنگلے میں رہنے کے لائق ہے۔کھانے پینے کا انتظام کیا جائے گا، سب اس سے پیار و محبت کریں گے، صرف روح کا کنکشن بدن کے ساتھ ہونا چاہیے، اسی طرح اسلام کی Logic اور اسلام کا Idea یہ ہے کہ عمل اور عقیدہ ان دونوں کا Combination ہے، اور ان دونوں کا تعلق اگر مضبوط ہوتا ہے تو آخرت میں پروردگار عالم رہنے کے لیے جنت عطا فرمائے گا، کھانے پینے کے لیے''نزلا من غفور رحیم''غفور رحیم کی طرف سے اس کی میزبانی کا انتظام کیا جائے گا۔اگر عقیدہ عمل کے ساتھ نہ رہا دونوں کا Connection

اور سمبندھ ٹوٹ گیا، عمل ہے اور عقیدہ خراب ہو گیا تو ایسے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً'' (سورۃ الغاشیۃ: ۳۔۴) عاملۃ عمل والا ہوگا، ناصبہ دنیا میں خوب عمل کے لیے اس نے محنت کی ہوگی، لیکن رب کا Judgment یہ ہوگا'' تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً'' جہنم کے بھڑکتے ہوئے انگارے میں ڈال دیا جائے گا۔ جیسے مردے کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے یا قبر میں، گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے، ایسا وہ عمل کرنے والا جس کا عقیدہ خراب ہو جائے، عمل تو نظر آئے گا بہت اچھا تھا، عقیدہ خراب ہو گیا، وہ ہم کو نظر نہیں آتا ہے، رب کو نظر آتا ہے، وہ فیصلہ کرے گا کہ یہ مردہ ہو چکا ہے، اس کا ایمان (خراب ہو چکا ہے) اے فرشتو! اسے جہنم میں ڈال دو'' تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً'' جہنم کے بھڑکتے ہوئے انگارے میں ڈال دیا جائے گا۔ اب وہاں عمل کو بچانے کے لیے عقیدہ لانے کا کوئی چانس نہیں ہوگا وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (سورۃ التغابن: ۱۱) اللہ فرماتا ہے جب موت آجائے گی تو پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کو چانس نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

مانو یہاں تو اللہ و رسول تمہاری وہاں مانیں گے اور یہاں اگر نہیں مانا، عمل بھی خراب کر دیا، عقیدہ بھی خراب کر دیا تو میرے دوستو! وہاں ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ اس لیے آج ہی ہم حج کرنے آئے ہیں۔ عمل کو سنبھالنے آئے ہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن اس عمل کو سنبھالنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام نے جو عقیدہ کا تصور پیش کیا ہے اس سچے عقیدے کی امانت اپنے دل کی تجوری میں بند کرلو، یہ اسلامی عقیدہ خراب نہ ہونے پائے، ورنہ یہ عمل چوپٹ ہو جائے گا۔ حج ایسا مبارک عمل ہے کہ قدم قدم پر اس کے اندر عقیدے

کی روح موجود ہے۔ حج ہے کیا؟ سجدے کا نام نہیں ہے، یہ حج نام ہے دوڑنے بھاگنے کا۔ یہ نام ہے زور زور سے بولنے کا۔ یہ حج نام ہے پتھر مارنے کا، قربانی کرنے کا، یہ حج نام ہے بے سلا کپڑا پہننے کا، آخر کیا اللہ تعالیٰ نے بے سلا کپڑا پہنا؟ اللہ تعالیٰ نے لبیک کہا تھا؟ اللہ نے کسی کو پتھر مارا تھا؟ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں سے پاک ہے۔ آخر یہ سب عبادت کیوں ہے؟ یہ عبادتیں اس لیے ہیں کہ اللہ کے محبوب بندوں کی اداؤں کو اپنی عبادت بنالی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھر مارا تھا شیطان کو رب کو بڑا پسند آیا۔ سب کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس کام کو عبادت بنادیا۔ حضرت ہاجرہ بچے کی پیاس بجھانے کے لیے صفا و مروہ کے درمیان دوڑی تھیں، ماں کی عادت ہے۔ وہ بچے کو پریشان بھوکا پیاسہ نہیں دیکھ سکتی، حضرت ہاجرہ نے صفا و مروہ کی دوڑ؛ بلکہ عبادت کے لیے یہ کام نہیں کیا تھا، پانی کی تلاش کے لیے یہ کام کیا تھا۔ رب کو اس بندی کی یہ عادت اتنی پسند آئی کہ ہر عمرہ کرنے والے پر صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کو واجب قرار دے دیا۔ اللہ والوں کی عادت: رب کی عبادت۔ پتھر مارنا- جب دُشمن ستاتا ہے تو کوئی بھی پتھر مارتا ہے، جب شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو Disturb کیا تو آپ نے پتھر مارا، یہ تو انسان کی عادت ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عادت کو رب نے ایسا پسند فرمایا کہ اب تین دن تک شیطان وہاں نظر آئے نہ آئے، آتا ہی نہیں، لیکن اس عقیدے کے ساتھ کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ عادت تھی، آج اس عادت کو پورا کرتے ہیں اور ایسا کرنا اللہ کی عبادت بن جاتا ہے، تو یہاں عقیدہ بھی سنبھلتا ہے اور عمل بھی سنبھلتا ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم شیطان کو پتھر مار رہے ہیں، اس تصور کے ساتھ نہیں اس عقیدے کے ساتھ آؤ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں دُشمن کو بھگانے کے لیے پتھر مارا تھا، آج ہم اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ادا کو Procedure کر

رہے ہیں، اور یہی اللہ کو آج پسند ہے، ورنہ پتھر مارنا عبادت نہیں ہوتا، عبادت کا انداز کہاں سے آیا؟ صرف عبادت کا انداز اس لیے آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ انداز تھا۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں پتھر نہیں مارا ہوتا تو عبادت نہ ہوتا۔ صفا و مروہ کے درمیان ہاجرہ دوڑی نہیں ہوتیں تو یہ عبادت نہیں ہوتی، حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ بنانے کے بعد کعبہ کا معائنہ کرنے کے لیے کعبہ کے اردگرد سات چکر لگایا، کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی، اِدھر سے دیکھا اُدھر سے دیکھا، اللہ تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام کی یہ ادا پسند آئی، اب ہر آنے والے کو سات چکر لگواؤ۔ تم نے تو کعبہ نہیں بنایا، اب کیا دیکھ رہے ہو، تو اللہ کا اعلان ہوگا تمہیں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، دیکھنے والا تو میرا محبوب آدم تھا، اپنی عادت کے مطابق اس نے چکر لگایا، اس کا چکر لگانا مجھے اتنا پسند آ گیا کہ سب کے لیے میں نے عبادت بنا دیا، یہ حج جو ہے عمل کی بھی حفاظت کرتا ہے، یہ حج عقیدے کی بھی حفاظت کرتا ہے، تاکہ ایک زندگی آخرت کی ہمیں حج کے ذریعے مل جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج اس طرح کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اس کے محبوب بندوں کا بھی تصور ہو اور اللہ کے پیار اور اس کی رضا کا بھی تصور ہو، ان دونوں کا Combination ہوگا تو زندہ حج ہوگا۔ عقیدہ بھی زندہ ہوگا اور عمل بھی توانا ہوگا۔ رب العالمین ہم سب کو اسی کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔



نورِنماز

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (سورۃ العنکبوت:۴۵)

صدق اللہ مولٰنا العظیم۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میرے دینی بھائیو اور حاجی صاحبان! اسلام میں ایمان اور عقیدے کے بعد نماز کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ نماز ہر مسلمان عاقل، بالغ عورت اور مرد پر فرض ہے۔ اور روزانہ آپ جانتے ہیں پانچ مرتبہ نماز پڑھنی فرض ہے۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اور روزہ سال میں ایک مرتبہ ایک مہینے کا ماہ رمضان میں، وہیں زکوٰۃ بھی سال میں ایک مرتبہ صاحب استطاعت پر ہے۔ زکوٰۃ صرف مال داروں پر ہے، ان مال داروں پر جو صاحبِ نصاب ہیں صرف انھیں پر فرض ہے۔ اور دوسرے مسلمان جو صاحبِ نصاب نہیں ہیں ان پر فرض نہیں ہے۔ روزہ اگر بہت بیمار ہے نہیں رکھ سکتا تو اسے اجازت ہے۔ ایسے ہی سفر کی حالت میں ہو روزہ رکھنے میں تکلیف ہو تو اسے اسلام نے رخصت دی

ہے، لیکن نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ بیمار ہو تب بھی پڑھنا ہے، سفر میں ہے جب بھی پڑھنا ہے، مال دار ہے تب بھی پڑھنا ہے۔ غریب ہے تب بھی پڑھنا ہے۔ نماز ایک بہت بڑی اور اہم عبادت ہے اور آج مسلمان سب سے زیادہ غفلت اسی سے کرتا ہے۔ اور پھر نماز پڑھتے ہیں جو اسلامی Procedure ہے نماز پڑھنے کا، اس کو ذہن میں نہیں رکھتے، جیسی عادت پڑ گئی ہے بچپن سے؛ اسی طرح نماز پڑھنے کو وہ اپنی عبادت سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم نماز کیسے پڑھیں؟ ارشاد فرمایا ''صلوا کما رایتمونی اصلی'' نماز پڑھنا چاہتے ہو تو جیسے میں نماز پڑھتا ہوں ویسے پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ میں جن جن طریقوں سے نماز پڑھ کر Practically تمہارے سامنے دکھا رہا ہوں، میری انھیں اداؤں کا نام ہے نماز۔ میں نے جیسے سجدہ کیا ہے، ویسے سجدہ کرو، حضور کا انداز اسی کا نام ہے شریعت اور حضور کے طریقے کو چھوڑنا اس کا نام ہے طبیعت، طبیعت پر عبادت نہیں ہوتی، شریعت پر عبادت ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سات جوڑوں، سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

آج ہم ذرا اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کہ کیا ہم سجدے کا جو Procedure حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اسے پورا کر رہے ہیں؟ سات ہڈیاں کیا ہیں؟ سجدے کی حالت میں دونوں پنجے کو موڑ کر رکھنا یہ پیر کے جو پنجے ہیں وہ اس طرح سے مڑے ہوں تا کہ یہ ہڈی جو ہے یہ زمین پر لگ جائے، یہ انگلیوں کے پاس جو ہڈی آتی ہے اس کو انگلیوں کو جب آپ دبائیں گے تو ہڈی زمین پر لگے گی، یہ دو ہڈی ہو گئی۔ اور دو گھٹنے کی ہڈی یہ سجدے کی حالت میں زمین پر لگتی ہے تو دو ہڈی یہ چار ہو گئی اور

یہ جو اپنے نیچے کی ہڈی ہے، آپ زمین پر اپنا ہاتھ رکھیں گے تو دو ہڈیاں لگتی ہیں تو دو دو چار اور دو چھ اور ساتویں ہڈی یہ پیشانی کی جو ہڈی ہے، یہ ناک اور پیشانی یہ دونوں مل کر ایک ہڈی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تھے تو زمین پر پیشانی اس طرح لگاتے تھے کہ یہ ناک کا نرم حصہ دب جاتا تھا اور یہ ہڈی اور پیشانی کی ہڈی زمین پر پریس ہو جاتی تھی۔ عام طور پر آپ دیکھیں گے تو یا تو سجدہ کرنے میں صرف ناک کی نوک لگتی ہے یا کسی کا سر کا اتنا حصہ یہاں لگتا ہے، ناک بالکل اُٹھی رہتی ہے، ناک کی اس ہڈی کا پیشانی کی ہڈی کے ساتھ یہ ناک کا سخت حصہ جو ہڈی کا ہے یہ زمین پر یوں پریس ہونا چاہیے۔ یہ ہے ایک ہڈی۔ سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ اسی لیے کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ ناک کی ہڈی زمین پر دبنا یہ سجدے میں واجب ہے۔ اسی طرح دونوں پنجوں کی انگلیاں زمین پر مڑنا اور ہڈی کا لگنا یہ واجب ہے۔ اگر ساری انگلیاں اُٹھی رہیں تو واجب ہی آپ کا چھوٹ گیا، جب واجب ہی چھوٹ جائے گا تو نماز کیسے ہو گی۔ صرف آپ نے پیشانی لگا دی اور ناک کی ہڈی کو چھوڑ دیا واجب ختم ہو گیا، سجدے کی حقیقت ختم ہو گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جس طرح سجدہ کرنے کا حکم دیا اس پر ہم سب کو دھیان دینا چاہیے، سجدے کی حالت میں اپنی انگلیوں کو اگر تکلیف نہ ہو درد نہ ہو، زخم نہ ہو، تو زمین پر آپ دبا دیجیے۔ اسی طرح جب سر آپ رکھیں زمین پر تو اپنی پیشانی کو اس طرح پریس کریں کہ ناک کی ہڈی زمین پر آ کے ٹک جائے۔ یہ سجدہ کی وہ کیفیت ہے کہ جس کو اگر روحانی طور پر سمجھایا جائے تو آپ واقعی سمجھیں گے کہ سجدے سے ہم کو کیا ملتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح ظاہری شریعت بتائی ہے، ایسے

ہی روحانی شریعت بھی بتائی ہے۔صوفیاے کرام کا گروہ بتاتا ہے کہ نفس جہاں سے وسوسے اُٹھتے ہیں، وہ ناف کے نیچے دوانگل نیچے ہے۔شیطان یہیں سے وسوسے ڈالتا ہےاور جب یہ وسوسے یہاں سے ڈالتا ہےتواس کا ایک راستہ وہم ہے، جو دل پر آتا ہے، یہاں سے وسوسے دل میں آتے ہیں اور دل میں برے برے خیالات آتے ہیں۔ اسی لیے حنفیوں کے نزدیک ہاتھ یہاں رکھ کر دبانا ہے اور وسوسے کا راستہ یہ ہے۔حضرت امام شافعی ہاتھ کو یہاں رکھ کر دباتے ہیں تاکہ وسوسے کی رکاوٹ ہوجائے، یہ اس کی مصلحت ہے، میں اس کی تفصیل نہیں بیان کر رہا ہوں، اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس نفس کو سب سے پہلے دبانا چاہیے اس نفس کو مار مار کر کے کمزور کرنا چاہیے اوراس کے لیے طریقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ’’افضل الذکر لاالہ الااللہ‘‘ سب سے بہترین ذکر’’لاالہ الااللہ‘‘ ہے......الااللہ کی ضرب آپ لگاتے ہیں تو یہ نفس گھبرا جاتا ہے، بار بار لاالہ الااللہ ۔لاالہ الااللہ اس کو ضرب کہتے ہیں۔جب نفس پر اللہ کی وحدانیت کی ضرب پڑتی ہے تو یہ شریر نفس جو ہوتا ہے، شیطان کے قبضے میں ہوتا ہے، یہ کمزور پڑنے لگتا ہے۔شیطان کی سواری نفس ہے، سواری جتنی مضبوط ہوگی سوار اتنی تیز دوڑے گا اور سواری جتنی کمزور ہوتی چلی جائے گی، رفتار اس کی مدھم ہوتی چلی جائے گی۔ اس نفس کو ضرب کے ذریعے اولیاے کرام مارتے ہیں اور جب یہ نفس مر جاتا ہے تو یہاں سے نفس لوامہ Product ہوتا ہے، یہ ہے نفس امارہ، جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے، اس کے بعد نفس لوامہ آتا ہے۔لوامہ کا مطلب یہ ہے کہ اب نفس اتنا سیدھا ہوگیا کہ اگر انسان کچھ گناہ کرتا ہے تو یہ اس کو لعنت ملامت کرتا ہے، کیا تم نے کرلیا؟ تم نے کیا کرلیا؟ پھر وہ ضرب پڑتی ہے، ضرب پڑتی رہتی ہے تو نفس لوامہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (سورۃ الفجر: ۲۷-۲۸) اے اطمینان والے نفس! چل اپنے رب کی طرف تجھے بلا رہا ہے، رب تجھ سے راضی اور تو رب سے راضی۔

یہ نفس کا نور ہے جو نماز کے اندر اس نفس کو دبایا جاتا ہے، جب نفس مطمئنہ بن جاتا ہے تو اس میں سے ایک نور پھوٹتا ہے، Reflection ہوتا ہے اور جہاں سے غلط وسوسے آتے ہیں وہ راستہ صاف ہو جاتا ہے، نفس مطمئنہ کا نور یہ قلب کے پاس آتا ہے اور یہ دل جو ہے اس کے دو انگل نیچے یہ لطیفۂ قلب ہے، اللہ نے ایک ایسا پوائنٹ وہاں رکھا ہے کہ اس میں بڑا زور اور بڑی طاقت ہے، یہ نفس کا نور جب یہاں آتا ہے تو دل کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور دل اس کا جگمگانے لگتا ہے، یہ جو قلب ہے وہ منور ہو جاتا ہے تو پھر یہاں سے ایک وین آتی ہے، راستہ ہے وہ سیدھے چھاتی کے دو انگل نیچے اس کو لطیفۂ روح کہتے ہیں۔ یہ بدن میں ساری جو روح رہتی ہے اس کا پوائنٹ یہاں پر رکھا گیا ہے، یہ روح کا جو پوائنٹ ہے یہ قلب کے نور سے منور ہوتا ہے اور پھر جب یہ روح منور ہوتی ہے، بیدار ہوتی ہے تو یہاں پر جہاں پر تھوڑا تھوڑا دھک دھک، دھک دھک کرتا ہے، آپ یہاں دبائیں گے، یہاں لطیفۂ سر ہے، ایک ایسا پوائنٹ ہے کہ یہاں کا نور اس کو جگمگاتا ہے، جب لطیفۂ سر جسے بھید کہتے ہیں، Secret کہتے ہیں، راز کہتے ہیں۔ جب یہ منور ہوتا ہے تو انسان اپنی جگہ بیٹھ کر کے ایک پوری دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے، اللہ کی تجلیات کو نگاہوں سے دیکھتا ہے، اس کو کہتے ہیں مشاہدہ اور جب یہ نورانی ہو جاتا ہے لطیفۂ سر تو پھر یہاں سے نور اُٹھتا ہے، اور یہ جہاں سجدہ ہوتا ہے جس کو آپ دباتے ہیں، یہ لطیفہ بیدار ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کا نام ہے خفی۔ لطیفۂ خفی جب منور ہوتا ہے۔ اور سجدے میں آدمی اسے جب پریس

کرتا ہے اس میں بڑی طاقت پیدا ہوتی ہے، یہ بہترین Exercise ہے، لطیفۂ خفی کو طاقت ور بنانے کے لیے، انرجی دینے کے لیے، اور جب یہ طاقت ور بن جاتا ہے تو پھر یہاں سے ایک نور چلتا ہے اور یہ دماغ کے بیچ حصے میں لطیفہ ایک پوائنٹ ہے، جس کو لطیفۂ اخفٰی کہتے ہیں، یہ ایک لطیفۂ اخفٰی ایسا نورانی ہو جاتا ہے، خدا کی قسم اس وقت غوث وخواجہ سے پوچھو، وہ اجمیر و بغداد میں ہیں اور عرش کی تجلیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ میرے مرید کے دل میں کیا کیا خطرے ہوتے ہیں وہ بیٹھے بیٹھے اس کا علاج کرتے ہیں، جیسے ڈاکٹر ڈسپنسری میں بیٹھ کر آج کمپیوٹر کے ذریعے مریض کے سارے امراض اور ساری بیماریوں کو دیکھتا ہے، یہ آج کی دنیا میں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کے لطیفۂ اخفٰی کو ایسا روشن کر دیا ہے کہ دل کی ساری بیماریوں کو دیکھ کر کے اس کا علاج کرتے ہیں، یہ ہے نماز کا Procedure۔

ہر چیز کو جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ڈھنگ سے ادا کیا جائے تب جا کر کے نماز کا نور جس کو قرآن فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (سورۃ العنکبوت: ۴۵) نماز- نمازی کو ہر بے حیائی اور ہر غلط بات سے بچا لیا کرتی ہے، یہ نماز وہی نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو، اسی طرح سے ایک بڑی بے راہ روی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کھڑا ہوتا ہے، نیت باندھ لیتا ہے، کتنی جلدی وہ الحمد پڑھ لیتا ہے، سورۃ ملاتا ہے، میری سمجھ میں بات نہیں آتی، ابھی تھوڑی دیر اس کو نیت باندھے گزری اور ہم نے بھی نیت باندھی، ابھی آدھی الحمد ہوتی ہے تو اس کا سارا Procedure پورا ہو جاتا ہے، رکوع میں جاتا ہے، گیا نہیں کہ کھڑا ہو جاتا اور اُٹھا نہیں سیدھا کھڑا نہیں ہوا کہ سجدے میں چلا جاتا ہے، سجدے میں سر رکھا فوراً اُٹھ جاتا ہے، حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ نماز نہیں ہے، یہ مرغی کی ٹھونگ ہے ٹھونگ، جیسے مرغی دانہ چگنے کے لیے کیسے جلدی جلدی کرتی ہے، جیسے مرغی کو کوئی ثواب نہیں ملتا ہے ایسے ہی یہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انداز کو چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے، اسے ثواب نہیں ملتا۔ نمازی ضرور کہیں گے لیکن نماز کا نور لطیفۂ قلب اور لطیفۂ روح تک نہیں پہنچتا، اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ نماز کا صحیح طریقہ کم از کم فرض کیا ہے (واجب کیا ہے) ان چیزوں کو کس طرح ڈھنگ سے ادا کیا جائے، اس کا تو پڑھنا سیکھنا ہر ایک پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے مجھے توفیق دے کہ میں ہر چیز کو سمجھوں اور اس پر عمل کروں، اللہ آپ سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے، نماز ایک پر نور Exercise ہے، دنیا بھر میں سب Exercise کرتے ہیں، یوگا کرتے ہیں، ارے سب سے بہترین Exercise یہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھ کر بتایا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ......وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۲۷۔۱۲۸)



اطاعت خداوندی وجذبۂ قربانی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۲۴)

صدق اللہ مولٰنا العظیم۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میرے دوستو اور حاضرین بزم! حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے کئی باتوں سے آزمایا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہر آزمائش میں کھرے اور پورے نکلے، جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے: وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۲۴) ترجمہ: ابراہیم کے رب نے ابراہیم کو چند باتوں سے آزمایا تو ابراہیم نے ان باتوں کو پورا کر دکھایا۔ اس میں کئی آزمائشیں مثلاً نمرود نے آگ میں ڈالا، اس میں بھی آپ گھبرائے نہیں، ثابت قدم رہے، اپنے وطن سے رشتہ داروں سے دور جانا پڑا دین اور اسلام کی حفاظت کے لیے، اس کو بھی آپ نے بخوشی منظور کیا، اللہ تعالیٰ نے نوے سال کے بعد اولاد عطا فرمائی اور وہ بھی اولاد جو وارث نبوت و رسالت تھی، اسے بھی اس وادیِ غیر ذی ذرع لے جا کر تن تنہا چھوڑنے کا حکم ہوا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی چہیتی اکلوتی اولاد کو ایک چٹیل میدان میں لق و دق صحرا میں صرف

اللہ کی خوشی کے لیے چھوڑ دیا، مال و دولت چھوڑا اور اولاد چھوڑی، جو جو قربانیاں اللہ تعالیٰ نے چاہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے پورا کیا، ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے بے شمار مال و دولت عطا فرمائی، ایک وہ زمانہ تھا آپ غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہے تھے، جب غربت تھی جب بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جب مال و دولت کی فراوانی ہوئی اس میں بھی اللہ کی رضامندی کو قدم قدم پر ملحوظ خاطر رکھا، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بکریاں اتنی تھیں کہ وہاں کے آس پاس کے جنگلوں میں بکریاں بھر چکی تھیں اتنی مال داری، اس زمانے میں جانوروں کی کثرت ہی مال داری سمجھی جاتی تھی، اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمایا، ایک شہر کے سب سے رئیس اور مال دار حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی Personality تھی، پروردگار عالم نے دو فرشتوں کو، ایک روایت میں ہے کہ تین فرشتوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مکان پر بھیجا کہ جاؤ ابراہیم سے کچھ سوال کرو اور دیکھو میرا ابراہیم میرے نام پر کیا دیتا ہے، یہ فرشتے آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر جس طرح ایک مانگنے والا سائل آواز دیتا ہے ایسے ہی ان تین فرشتوں نے کھڑے ہو کر اور مل کر تسبیح عرش کا ترانہ گنگنایا، وہ تسبیح عرش کیا ہے۔آپ تراویح کے بعد؛ اکثر جگہ پر دیکھا ہے پڑھتے ہیں: سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَايَنَامُ وَلَايَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

جب یہ نغمۂ سبحانیت فرشتوں نے مل کر اپنی آواز میں سنایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر کے اندر تھے، تڑپ اُٹھے۔ میرے اللہ کا نغمۂ توحید کون سنا رہا ہے، تڑپ کر کے سارے کام کاج چھوڑ کر کے نکلے، دیکھا تین سائل ہیں اور جھوم جھوم کر کے اس نغمہ

کو پڑھ رہے ہیں، حضرت ابراہیم پر وجد طاری ہوگیا، جب انھوں نے تسبیح عرش کو ختم کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے سائلو! ایک مرتبہ اور سنا دو، تڑپ اور بڑھ گئی، سائلوں نے کہا پہلے تو ہم اپنی مرضی سے پڑھ رہے تھے لیکن اب آپ کی مرضی سے پڑھ رہے ہیں، ہمیں کچھ دیجیے، نذرانہ پیش کیجیے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا لینا چاہتے ہو؟ ان سائلوں نے کہا: آپ کی جتنی دولت ہے، آپ اس کا تین حصہ کر کے ایک حصہ One Third ہم کو دے دیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: لے لو اللہ کا دیا اسی کے نام پر خرچ کیا جاتا ہے، One Third ان کو اپنا مال دے دیا، اللہ اکبر! پھر ان فرشتوں نے کہا سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔ پھر حضرت ابراہیم پر ایک وجد طاری ہوگیا، فرمایا ایک مرتبہ اور سناؤ، فرشتوں نے کہا One Third ہم کو دیا، اس میں سے ایک حصہ اور ہم کو دیجیے، فرمایا: ایک حصہ اور تم کو دیا، پھر ایک مرتبہ سنایا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جھومنے لگے، کہا ایک مرتبہ اور سنا دو، کہا وہ جو ایک بچا ہے وہ بھی دیجیے، فرمایا: وہ بھی میں اپنے رب کے نام پر دے دیتا ہوں، پوری دولت پورا مال صرف اللہ کے اس نغمۂ توحید کو سننے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خوش دلی کے ساتھ قربان کر دیا، پھر فرشتوں نے کہا۔ اے ابراہیم! یہ اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے کہ جب تم غریب تھے، جب بھی اللہ کے نام پر جھومتے تھے اور جو کچھ ملتا تھا خرچ کرتے تھے۔ اب دولت آگئی پھر بھی دل میں وہی اللہ کی عظمت اور محبت قائم ہے۔ کہ نام خدا پر ایک ہی نغمہ سننے کے لیے ساری دولت تم نے قربان کر دی۔ ہم بھکاری نہیں ہیں، محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش کے لیے ہم انسانی شکل میں

آئے تھے۔ یہ دولت جو تم نے ہم کو دی ہے یہ واپس لے لو، یہ بھی ایک آزمائش تھی۔ مال اور دولت اور ساتھ میں اولاد یہ ایسی چیز ہے کہ جلدی آدمی اپنے دل سے اس کی محبت کو دور نہیں کرتا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کردار ہے کہ مال بھی قربان کر دیا۔ گھر بار بھی چھوڑ دیا۔ اب بچہ ملا ہے اسماعیل جیسا، اسے وادیِ ذی ذرع جہاں کعبہ بنا ہے وہاں لا کر چھوڑ دیا۔ دیکھیے۔ ایثار، قربانی اور آزمائش کا ایک مسلسل دور چل رہا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (سورۃ البقرۃ: ۱۲۴) ابراہیم کو رب نے کئی باتوں سے آزمایا، اور جب بھی آزمایا تو ابراہیم اس امتحان میں کامیاب رہے، پورا کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بچہ کو یہاں چھوڑ کر چلے گئے، بہت دنوں کے بعد دیکھنے آئے کہ میرے بال بچوں کا حال کیا ہے؟ آئے تو دیکھا اس وقت سولہ سال کے اسماعیل علیہ السلام ہو چکے تھے۔ سولہ سال کا جوان جس کی پیشانی میں نور مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امانت تھی، ایسا حسن و جمال کا پیکر وہ نوجوان تھا۔ خدا کی قسم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلیجہ سے لگا لیا، بچہ کی بلائیں لیں۔ اور پھر تھکے ماندے تھے، ملک شام سے آئے تھے۔ رات کو سوئے اور صبح جب بیدار ہوئے تو بچہ کو آواز دی، اس انداز کو قرآن یوں بیان فرما رہا ہے کہ:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

اے میرے لاڈلے! میں نے رات میں دیکھا ہے خواب کے اندر کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بولو کیا تم اللہ کی راہ میں ذبح ہونے کے لیے تیار ہو۔ آپ سوچیں۔ بچہ ہوشیار تھا۔ وہ یہ کہہ سکتا تھا۔ ابا جان یہ تو خواب کی بات ہے، خواب صحیح بھی ہوتا ہے غلط بھی ہوتا ہے۔ یہ خواب کی بات میں آپ مجھے ذبح کرنے کے لیے تیار ہیں، لیکن

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام دونوں ہی تیار تھے، وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب جو ہوتا ہے وہ وحی الٰہی ہوتا ہے۔ نبی کا خواب ہمارے خواب اور سپنے جیسا نہیں۔ جب نبی کا خواب ہمارے خواب جیسا نہیں ہے تو نبی کی ذات ہمارے جیسی کیسے ہو سکتی ہے۔ نبی کو اپنے جیسا کبھی مت سوچنا اور اگر سوچ لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے الگ ہو گئے، جناب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھ لیا تو یہ سمجھ لو کہ دین سے تم نکل گئے۔ ہمارے آقا و مولیٰ کی شان تو بڑی بلند ہے۔ پوری کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہے، جیسے جناب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

یہ شان ہے جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، بہرحال حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب باپ کا یہ خواب سنا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے حضرت اسماعیل علیہ السلام یوں گویا ہوئے، قرآن نے ان کی گفتگو کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۲) بیٹے نے باپ سے عرض کیا والد گرامی! آپ کو جو حکم ہوا ہے خواب میں آپ اسے فوراً کر گزریں، رہا میرا معاملہ تو مجھے آپ ان شاء اللہ پورا صبر کرنے والا پائیں گے، اللہ تعالیٰ نے میری قربانی طلب فرمائی ہے اور میری جان میرا بدن میرا سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے، امانت اس کی ہے، جب امانت والا اپنی امانت مانگے تو امین کی

ذمہ داری ہے کہ امانت والے کو اس کی امانت واپس کر دے: تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (سورۃ النساء:۵۸) قرآن فرماتا ہے: جب امین سے امانت والا اپنی امانت مانگے اس کی شرافت یہی ہے کہ فوراً اس کی امانت واپس کردے۔ میں اللہ کی امانت ہوں، میرے والد! جب اللہ اپنی امانت مانگ رہا ہے تو دے دیجیے، مجھے قربان کر دیجیے، ہے کوئی اس زمین پر ایسا بچہ، ہے کوئی زمین پر ایسا باپ، بڑھاپے کی اولاد سو سال سے زیادہ عمر گزر چکی، ضعیفی کا سہارا آج اللہ تعالیٰ آزما رہا ہے، مال بھی لیا، اولاد دیا تو اولاد بھی کس طرح یہ نہیں کہ چھوڑ دو بھگا دو، اپنے ہاتھ سے زمین پر رکھ کر لٹا کر ذبح کر دو، اللہ اکبر! جیسا قلب ابراہیم کا ہے ایسا دل کسی کا نہیں، خدا کی قسم میرے خلیل نے، میرے حبیب کے جد عظیم نے دنیا کو بتایا، مال کیا، اولاد کیا، جان کیا، سب کچھ راہِ خدا میں قربان کر دینا ہی ایمان کی حفاظت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور سولہ سال کا حسن و جمال کا پیکر اسماعیل سامنے کھڑا ہے، ہاتھ میں رسی لیا، چھری لیا اور ہاتھ پکڑا بیٹا چل، آج تجھے راہِ خدا میں قربان کر دوں۔ سوچو زندگی کس کو کہتے ہیں، ایمان ایسے ہی نہیں ملا ہے۔ سات سمندر پار ایسے ہی نہیں آیا ہے۔ بڑی بڑی قربانیاں اس نے دیکھی ہیں،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جب چلے اسماعیل علیہ السلام تو شیطان کا کلیجہ پھٹ گیا، جگہ جگہ بہکانے کے لیے وہ تیار ہو گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آ کر کھڑا ہوا، منیٰ کی سرزمین پر ابراہیم بڑھاپے میں یہ تمہارا تنہا سہارا ہے، کہیں دنیا کی تاریخ میں یہ دیکھا ہے کہ باپ نے بیٹے کو ذبح کیا ہے، تم نے خواب دیکھا ہے یا خواب کی بات ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ مجھے بہکانا چاہتا ہے، آپ نے وہاں سات کنکریاں اُٹھا کر کے ماریں، حدیث میں آیا ہے کہ جیسی کنکری ماری وہ شیطان زمین میں دھنس گیا۔ پھر تھوڑی دور چلے، پھر وہ شیطان زمین سے نکلا اور وہی وسوسہ دینے لگا، حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکری اُٹھا کر وہاں ماری، پھر زمین میں دھنس گیا۔ پھر تیسری جگہ اس نے یہی حرکت کی، وہاں بھی سات کنکری ماری اور وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر وہ باہر نہیں نکلا، آج اللہ تعالیٰ نے اسی یادگار کو تین جگہوں پر کنکری مارنا ہم سب پر واجب قرار دیا، وہ کردار تھا جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، آج ہمیں بچہ کی قربانی اور شیطان سے لڑائی کا معاملہ نہیں ہے۔ ارے صرف اس راستہ پر چل کر یادِ خلیل اللہ منانے کا ذکر ہے۔ پھر بھی لوگ دس بہانے کرتے ہیں، تھک گیا ہوں، نہیں پہنچ سکتا ہوں، حضرت دوسرے کو وکیل بنا دو، ایسا کر دو، اللہ اکبر ذرا وہ کردار سامنے رکھو اور صرف تمہارا وہاں پہنچ کر کنکری مارنے کا معاملہ ہے اور دل پریشان ہے، سنو یہ شیطان ہمیں وسوسے ڈالتا ہے۔ بیٹے کی قربانی کے بارے میں خلیل علیہ السلام کو اس نے بہکایا، تو انھوں نے اپنا کردار بتایا، آج تو صرف ہم کو کنکری مار کر کے وہاں سے واپس ہونا ہے، ہم کو کیسی اپنے اندر ہمت پیدا کرنی چاہیے اور رب سے دُعا کرنی چاہیے، اے مولیٰ! تو نے یہاں بلا لیا، کمزوری کے باوجود بھی ہر ارکان ادا کرنے کی ہمت عطا فرما، یہی اصل میں حج ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس جگہ پر لے کر آئے، منیٰ میں جہاں پر مسجد کبشہ بنی ہوئی ہے (مسجد خیف)، آج بھی وہاں ایک مسجد یادگار کے لیے پہاڑی کے دامن میں بنی ہوئی ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کیسی قربانی دی، بیٹے کو ماتھے کے بل زمین پر لٹایا، اے لوگو! بوڑھے کا ہاتھ کانپ جائے گا، دل تڑپ جائے گا، لیکن آج بڑے سکون کے ساتھ اللہ کے خلیل ہیں، اللہ کے دوست ہیں، بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اور اس انداز کو بھی قرآن یوں بیان فرماتا ہے: **فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ** (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۳) جب باپ اور بیٹے اللہ کو راضی کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو جبین اور ماتھے کے بل زمین پر لٹا دیا، آسمان کے فرشتوں دیکھو خلیل کا کردار ایک انسان کا جذبہ

قربانی کیسا عظیم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا اور چھری گردن پر پھیر دی، رب نے چھری سے ارشاد فرمایا اے چھری! میں نے خلیل کو حکم دیا کاٹو اور چھری میں تجھ کو حکم دیتا ہوں مت کاٹ۔ ذرا دیکھو رب کائنات کس طرح بندوں کو آزماتا ہے اور آخری حد میں آکر کیسی مدد فرماتا ہے، ادھر خلیل سے کہا کاٹ دے اور چھری کو وحی بھیجی کہ مت کاٹ، اللہ جس چیز کو چاہے سمجھا دے، لوہا ہے وہ بھی سمجھ رہا ہے رب کی بولی، سب سمجھتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دبا دبا کر ذبح کرنا چاہا اور آخر کار گلے میں خراش تک نہ آئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو اُٹھا کر پھینکا اور چھری کی طرف جلال بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں، کہتے ہیں: چھری آج تجھے کیا ہوا ہے کہ اسماعیل کے گلے کو نہیں کاٹ رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے چھری کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی، آپ بولیں گے یہ کیسے؟ Impossible ہے۔ لوہا کیسے بولتا ہے؟ آج آپ کا ٹیپ ریکارڈ کیسے بولتا ہے؟ آپ کا موبائیل کیسے بولتا ہے؟ آپ سمجھتے ہیں ایک ٹیپ ریکارڈ میں آواز بھر دی، زندگی بھر آپ اس کو بلواتے رہیں، کیا میرا رب ان سائنس دانوں سے کم زور ہے؟ معاذ اللہ، وہ تو جس میں چاہے اپنی بولی بھر دے اور بلوا دے یہ اس کی شان ہے، مانو اس کی توحید اور قدرت پر ایمان رکھو۔ چھری بولتی ہے: ابراہیم سنو! مت ڈانٹو! خلیل مجھ سے ایک مرتبہ کہتے ہیں کاٹ اور رب جلیل ستر مرتبہ کہتا ہے مت کاٹ تو میں خلیل کی بات مانو یا رب جلیل کی بات مانو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بھی امتحان ہے۔ اور قرآن آگے فرماتا ہے: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۶) کہ یہ ابراہیم کے لیے بڑا سخت امتحان تھا۔ بیٹا کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یٰٓاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۴۔۱۰۵) اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور ایسے

نیکو کاروں کو ہم ایسے ہی بدلہ عطا فرماتے ہیں۔کیسا بدلہ؟ آگے فرماتا ہے:
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت:۱۱۹) آنے والے آخری زمانے میں اے ابراہیم ہم نے یہ تمہارا طریقہ جاری کر رکھا ہے،اب قیامت تک تمہاری یادگار مٹنے والی نہیں ہے۔

یہ حج کس چیز کا نام ہے؟حج ایسی عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام،حضرت ابراہیم علیہ السلام،حضرت اسماعیل علیہ السلام،حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔یہ سب اللہ کے محبوب بندے اور بندی ہیں اور انھیں کے کردار کی یاد منانے کے لیے حاجی کو یہاں بلایا گیا۔پتھر مارنا کون سی عبادت؟ سجدہ کرنا سمجھ میں آیا،قرآن پڑھنا عبادت،لیکن یہ بھاگ دوڑ کرنا یہ کیسی عبادت؟ چلانا یہ کیسی عبادت؟ یہ کنکر مارنا،پتھر مارنا کیسی عبادت؟تم اس کو مت سمجھو،تم یہ سمجھو کہ یہ ساری ادائیں یہ سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ہیں اور رب نے ان عادات اور یادگار کو عبادت بنا دیا۔محبوبوں کی یادگار کو مٹایا نہیں جاتا،محبوبوں کی یادگار کو باقی رکھنا یہی حج کا پیغام ہے،ہم اس یادگار کو منانے کے لیے آئے ہیں،جس کو رب نے کہا: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت:۱۱۹) آخر زمانہ تک تمہاری اس یادگار کو،تمہاری قربانی کو نہ مٹنے والی نشانیوں کو ابراہیم ہم باقی رکھیں گے۔

مقام ابراہیم آج بھی وہ پتھر باقی ہے،کوئی اسے مٹا نہ سکا،جتنے پتھر وہاں رکھے گئے تھے سب نکال دیے گئے۔کتنے وہاں پر خرافات تھے سب ختم ہو گئے لیکن اے ابراہیم آپ کے قدموں کی نشانی آج بھی حرم کے دروازے کے سامنے بلوری کانچ میں رکھی ہے اور حکومت نے اس پر گنبد بنایا ہے۔جب پتھر کا یہ مقام ہے کہ اس پر گنبد بن سکتا ہے۔تو اللہ والوں کا مقام تو اس سے بہت اونچا ہے۔سو یہ نشانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان نشانیوں کو ظاہر رکھا قائم رکھا،ہم ان نشانیوں کو آج تک برقرار اپنے کردار سے رکھتے ہیں

اور رب سے دُعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تیرے خلیل نے جو امتحان دیا ہے، ہم اس امتحان کے لائق نہیں، لیکن اس امتحان کی یادگار کو قائم رکھنے کا سچا جذبہ عطا فرما اور ابراہیم علیہ السلام کے زمرہ میں کل قیامت میں ہمیں اُٹھا اور پھر اس کے بعد کس طرح اس یادگار کو قائم رکھا، ذبح کی یادگار کو قرآن فرماتا ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (سورۃ الصّٰفّٰت:۱۰۷) اے ابراہیم جنت کا یہ جانور تمہارے سامنے کھڑا ہے، یہ تمہارے بیٹے کا فدیہ اور بدلہ ہے۔ بیٹے کو لٹایا تھا ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا، ہم نے بچا لیا، ذبح نہیں ہوئے لیکن تیرا بیٹا ذبیح اللہ بن گیا۔ ذبح نہیں ہوا لیکن ذبیح اللہ کا خطاب مل گیا۔ اب اس (کا) فدیہ یہ جانور لو اور اس کو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹے کے فدیہ میں ایک جنتی مینڈھے کو قربان فرما دیا، آج تک وہ رسم منیٰ میں ادا کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس رسم کو قبول فرما کر ہمیں اپنے نفس کو ذبح کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۃ البقرۃ:۲۰۱) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔



تعظیم و تکریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔

(سورۃ الفتح:۹)

صدق اللہ مولٰنا العظیم ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میرے دوستو حاضرین محفل! ہر چیز کی ایک بنیاد اور Base ہوا کرتا ہے۔ کسی چیز کی بنیاد اور Base اگر مضبوط ہے تو اس چیز میں بھی مضبوطی آتی ہے، اور بنیاد اگر کمزور ہے تو وہ چیز بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان، اسلام اور عمل ایک Base بنایا ہے اور اسی پروگرام کو لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ کا جو Base ہے، اسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے: کہ اے لوگو! میں اپنے رسول کو کیوں بھیجا؟ حضور کے آنے کا جو مقصد قرآن بیان کر رہا ہے وہ یہ ہے: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پہلا پوائنٹ یہ ہے، میرے رسول اس لیے آئے ہیں: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تاکہ تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ فرسٹ پوائنٹ ہے ...... پھر اس نبی کو جس نے تمہیں اللہ سے ملایا، ایمان لانے کے بعد وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اس کی عزت اور اس کی تعظیم و توقیر کرو، یہ دوسرا پوائنٹ ہے اور تیسرا

پوائنٹ ''وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً'' پھر صبح شام اللہ کی پاکی بولو، یعنی اس کی عبادت کرو۔ Practical Life یہ تھری پوائنٹ پروگرام اللہ نے قرآن کے ذریعے پورے عالم اسلام کو سمجھایا ہے، اس میں کمزوری نہیں آنی چاہیے، یہ تمہاری کامیابی کا Base ہے۔

پہلے ایمان اور عقیدہ، نمبرون ایمان اور عقیدہ کے بعد میرے نبی کی محبت اور ان کی تعظیم اور توقیر اور پھر تیسرا پوائنٹ ہے: ''وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً'' پھر عملی زندگی ہے، Practical Life یہ تھری Base تھری پوائنٹ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اگر کوئی اس کو کمزور کرنا چاہے اور ایک پوائنٹ اس سے نکال دے، مثلاً یہ کہے کہ ہمارا مقصد کلمہ اور نماز ہے اور نبی کی تعظیم کا ذکر نہیں ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جس Foundation میں تین اینٹ لگانا Compulsory ہے، بیچ کی ایک اینٹ نکال دی تو اِدھر کی اینٹ اُدھر رہ جائے گی، اُدھر کی اینٹ اِدھر رہ جائے گی اور Foundation کمزور ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے ایمان کا Foundation تین پتھروں اور تین Base پر بنایا ہے، ایک طرف ایمان تیسری طرف عمل اور بیچ میں احترام رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اگر احترام رسول بیچ سے نکل گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ قرآن نے جس اسلام کو ہمیں دیا ہے وہ اسلام ہمارے پاس باقی رہے گا اور اگر نام کا اسلام باقی ہے تو یقین جانو کہ وہ کمزور ہو گیا اور کمزور اسلام جس دن ہوگا، اسی دن پوری ملت کمزور ہو جائے گی اور ساری دنیا میں ایک تباہی اور مسلمانوں کے لیے پریشانی آ جائے گی۔ آج ہم اس Base کو سمجھ نہیں سکے ہیں اور صرف ہم کہتے ہیں کلمہ پڑھ لو، نماز پڑھ لو ہم کامیاب ہو جائیں گے، خدا کی قسم! کعبہ کی زمین پر قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جو رب نے Base بنایا ہے، اس Base میں سے ایک پوائنٹ بھی اگر نکال دیا گیا تو پوری ملت کو تبدیل کر دیا گیا۔ اور پوری ملت کمزور ہو گئی ہے۔ عمل یقیناً ہمیں بچاتا ہے، ایمان ہمیں بچاتا ہے، لیکن محبت رسول ایمان کو بچاتی ہے اور عمل کو بھی بچاتی ہے۔ یہ یاد رکھیے یہ بیچ کی کڑی ہے۔ پرانے زمانے میں جب ہم لوگ چھوٹے تھے، اب تو نیا زمانہ

ہے، بیاسی سال کی میری عمر ہو چکی ہے الحمد للہ! جو مکان بنتے تھے ہمارے بزرگ بناتے تھے اس میں جو ڈور اور دروازہ لگاتے تھے تو اس وقت دروازے میں تالا لگانے کے لیے وہ ایک زنجیر جس میں تین کڑیاں ہوتی تھیں، ایک کڑی جو تھی وہ دروازے میں لگی رہتی تھی اور تیسری کڑی جہاں تالا لگایا جاتا ہے چوکھٹ میں رہتی تھی، اور ایک بیچ کی کڑی ہوتی تھی جو نہ دروازے میں ہوتی تھی نہ چوکھٹ میں ہوتی تھی، یہ بیچ میں رہتی ہے۔ یہ بیچ کی کڑی کا نیٹ ورک کیا ہے؟ بیچ کی کڑی کیوں لگائی جاتی ہے؟ نیچے کی کڑی دروازے کو سنبھالتی ہے اور اوپر کی کڑی تالے کو پکڑ کے رکھتی ہے اور بیچ کی کڑی ان دونوں کو پکڑ کے رکھتی ہے، اگر بیچ کی کڑی ٹوٹ گئی تو علی گڑھ کا بہتر لیور کا تالا بھی تمہارے گھر کی دولت کو بچا نہیں سکے گا، اس لیے کہ جو بیچ والی کڑی تھی، وہ تم نے کمزور کر دی، اب وہ ساگوان کا پلہ یا لوہے کا دروازہ ہو یا بڑے سے بڑا تالا ہو، یقین جانو جو دونوں کو سنبھالنے والی کڑی تھی اس کو توڑ دیا، اب تمہارے گھر کی کوئی چیز چور سے محفوظ نہیں رہ سکے گی۔

قرآن مجید نے ہمارے دل کے دروازے میں ایک ایسی زنجیر لگا دی ہے، جس کی تین کڑیاں ہیں اور اس کڑی کو مضبوط رکھنے کا حکم دیا ہے، اس میں سے اگر تم نے بیچ کی کڑی کو کمزور کر دیا تو یہ دل کا دروازہ شیطان کے معمولی دھکے سے کھل جائے گا اور گھس کر کے تمہاری ساری ایمانی دولت کو تباہ و برباد کر دے گا، اس لیے رب نے فرمایا کہ: ''لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' فرسٹ پوائنٹ ''وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ'' اور پھر نبی کی تعظیم پھر ''وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا'' صبح شام پھر اپنے اعمال کا خیال رکھو۔ خدا کی بارگاہ میں جھکو، کیسا پاکیزہ اسلام ہے، اس کی ترتیب کتنی اچھی ہے، اس کا Base کتنا پیارا ہے اور اگر محبت رسول نکل گئی تو اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین'' یہ آقا و مولیٰ نے مدینہ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ سنو ''لا یؤمن احدکم'' تم میں کوئی بھی

جتنا بھی نمازی ہو وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا حضور کا فتویٰ، مدینہ کے دارالافتاء سے پوری دنیا میں بخاری شریف کے ذریعے نشر کیا گیا ہے۔''لا یؤمن'' وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا، کوئی بھی ہو' کسے باشد' کسی خاندان کا ہو، بڑے سے بڑا عالم ہو مومن نہیں ہوسکتا'' حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین'' جب تک کہ اس کے دل میں میری محبت، حضور فرماتے ہیں میری محبت اس کے ماں، باپ، اولاد اور ساری دنیا سے زیادہ نہ ہو وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز زیادہ ہوسکتی ہے، کلمہ زیادہ ہوسکتا ہے اور نبی کی محبت کا Base اگر نکل گیا تو میرے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعلان ہے وہ مومن ہی نہیں ہے، پھر گورنمنٹ ہم کو مومن کہے، ساری دنیا ہم کو مومن کہے، سارے لوگ ہم کو مسلمان کہیں، لیکن جس نے ہم کو مسلمان بنایا ہے وہی کہہ رہا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے تو پھر رب کیسے اس کو مسلمان مانے گا، ایسے لوگوں کے بارے میں، سنو قرآن کا خوب مطالعہ کرو ان شاء اللہ! ایمان مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً (سورۃ الغاشیۃ: ۳۔۴) ذرا قرآن کی آیت پر غور کرو بڑا ایزی (Easy) ترجمہ ہے، عاملۃ، عمل والا ہوگا۔ ناصبۃ، کہتے ہیں محنت مشقت کرنے والا، قرآن فرماتا ہے۔ اللہ اللہ عاملۃ عمل ہوگا، ناصبۃ بڑی محنت جھیل کر آئے گا، کہاں آئے گا؟ اللہ کی عدالت میں خدائی انصاف کی کورٹ میں وہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا انصاف کیا فرمائے گا تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً، جہنم کے بھڑکتے ہوئے انگارے میں ڈال دیا جائے گا، یہ کس کا Gudgment ہے، سپریم کورٹ کا نہیں، پارلمینٹ کا نہیں ہے، راجیہ سبھا کا نہیں ہے، یہ Gudgment میرے رب کا ہے، جس کے بعد کوئی Argument نہیں ہوسکتا، جس کے بعد کوئی چیلنج نہیں ہوسکتا۔ رب فرماتا ہے قرآن مجید میں، عاملۃ عمل ہوگا، ناصبۃ خوب محنت کی ہے اس نے دنیا میں، لیکن جائے گا بھڑکتے ہوئے جہنم کے انگارے میں What is Reason، ریزن کیا ہے؟ وہی جو Base ہے، نبی کی محبت جس نے نکال دی ہو؛

صرف پہلے پوائنٹ اور آخری پوائنٹ پر وہ زور دیتا ہے، خدا کی قسم یہ یاد رکھو تمہیں آخرت میں رب کو راضی کرنا ہے، اور رب اسی سے راضی ہوگا جس کے دل میں محبت رسول قائم ہو گی، یہ شان ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی، اس لیے اس زمانہ میں اس دنیا میں Carefully بالکل ساؤدھانی کے ساتھ ہمیں اپنی زندگی گزارنی ہے؛ کہ ہم کس کس پوائنٹ پر عمل کر رہے ہیں اور کس طرح ہم کو ایمان کی اور آخرت کی حفاظت کا رب نے حکم دیا ہے، اسی انداز سے چلیں۔ میں نے ابھی نماز میں یہی آیت پڑھی ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

(سورۃ الفتح:۹)

یہ نماز، یہ حج، یہ روزہ، یہ زکوٰۃ، یہ سب تیسرے نمبر پر ہیں۔ اور ایمان اور کلمہ پہلے نمبر پر ہے۔ اور ان دونوں کو سنبھالنے والا محبت رسول کا جذبہ اور تعظیم رسول یہ بیچ میں ہے، حج تمہارا اسی وقت کامیاب اور اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے خدا کی بارگاہ میں قبول ہوگا جب کہ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کا پوائنٹ Perfect رہے۔ ہم حج کرنے آئے ہیں، اس حج میں ہمیں قدم قدم پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا خیال رکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے اسے ہمیں کرنا ہے، نبی کی یاد کر کے تم احرام باندھو، نبی کی سنت ہے کہ نیت کرو اور نیت کر کے احرام کی نیت کے بعد فوراً لبیک پڑھو، جب آپ نے نیت کے بعد لبیک پڑھ لیا اور دل و دماغ میں یہ ہے کہ یہ نبی کی سنت ہے تو یاد رکھو کہ یہی سنت کا جذبہ جو ہمارے دل میں جاگا ہے، ہمارے حج کی ابتدا کو پرنور بنا دے گا، اب جہاں جہاں آپ چلو گے، آپ دیکھو طواف بہت اچھی چیز ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زمانہ میں جب فتح مکہ ہوا تو طواف کر رہے تھے، تماشہ دیکھنے والے کنارے کنارے مسجد حرام کے کھڑے ہیں۔ وہ کفار تھے، ابوجہل، ابولہب اینڈ کمپنی تھی، انھوں نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ گئے تھے، وہاں ان کو کھانے پینے کا انتظام نہیں تھا،

یہ کمزور ہیں، یہ طواف جھکے ہوئے کر رہے ہیں، یہ مسلمانوں کی عقیدت تھی کعبہ کے سامنے ادب کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ کفار کمزوری پر اس کو محمول کر کے کہتے ہیں: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی سب کمزور ہو گئے ہیں، ان سے لڑنا ہمیں آسان ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں یہ بات آئی، فوراً آپ پلٹے اور فرمایا: اے میرے صحابہ ذرا اکڑ کے طواف کرو، سینہ نکال کر کے پہلوانوں جیسے چلو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم معلوم ہے، قرآن کا حکم یہ ہے کہ: لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۷) زمین میں کہیں بھی چلو اکڑ کر مت چلو، رب کہتا ہے کہیں بھی اکڑ کے مت چلو اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حرم میں اکڑ کے چلو، ہے کوئی اس کو چیلنج کرنے والا، نبی کچھ نہیں کر سکتے! اللہ نے اتنا اختیار دیا ہے جو چاہے کر سکتے ہیں، یہ ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، ارشاد فرماتے ہیں: اے صحابہ! اکڑ کے چلو کسی صحابی نے یہ نہیں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ہمارے جیسے بشر ہیں۔ قرآن تو فرماتا ہے: لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۷)

اکڑ کر مت چلو، اب کعبہ کے سامنے اللہ کے گھر میں اکڑ کر چلنے کا ہمیں حکم دیتے ہیں، نہیں رب اسی سے راضی ہے، مصطفیٰ جس سے راضی ہیں۔ ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (سورۃ الضحیٰ: ۵) اللہ آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ اللہ سے راضی ہو جائیں گے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے دوستو! یہ ہے محبت کا کردار، صحابۂ کرام اکڑ اکڑ کے چلے، آج اسی سنت کو احرام باندھ کر ہم ادا کرتے ہیں، اس کو کہتے ہیں رمل، تین پھیرے میں، ساتوں پھیرے میں کیوں نہیں؟ تین پھیرے جب مسلمانوں نے اکڑ کر کیے تو یہ جتنا مذاق بنانے والی بھیڑ

کنارے کنارے کھڑی تھی، سب بھاگ گئے۔ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب معاملہ صاف ہو گیا ہے۔ چلے گئے ہیں طعنہ دینے والے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: Normal چلو، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح سے بتایا اسی طرح سے چلو، جبھی طواف کا مزہ آئے گا اور طواف میں نورانیت آئے گی تو احرام کی حالت میں رمل ہے سنت، ایسے نارمل لباس میں یہ سنت نہیں ہے، چوں کہ اس وقت احرام میں تھے، عمرہ کے احرام میں اور اس وقت طعنہ دیا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین چکر میں اکڑ کر چلنے کا حکم دیا تھا۔

میرے دوستو! یہ سارے حج کے ارکان سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے میں اگر ادا ہوتے ہیں تو خدا کی قسم یہ اتنا Strong مضبوط حج ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ قبولیت کا درجہ ہے کہ یہاں سے لوٹے گا تو اس کی جو زندگی پہلی تھی اب زندگی اس کی بہت اچھی ہو جائے گی، یہی قبولیت حج کا معاملہ ہے اور جو جیسا آیا تھا ویسے ہی رہا یا اور بگڑ گیا سمجھو کہ اس کا حج اس کے منہ پر مار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب حاجیوں کو نبی کی محبت کے ساتھ حج کا ہر رکن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا ومولانا محمد واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

مولائے کریم! تیرے بندوں نے حرم پاک میں بیٹھ کر تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا تذکرہ سنا ہے۔ مولیٰ ان کے حج میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ بھر دے۔ ان کے ایک ایک قدم کو قبول فرما، سب کو ان کے راستے پر چلا کر کے دین و دنیا کی زندگی عطا فرما۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶)



خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور اشرف الفقہاء

مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمۃ

کی دینی و علمی خدمات کا مشکبار تذکرہ





نوری مشن

NOORI MISSION

Aa'la Hazrat Road, Noor Baug, MALEGAON

Cell : 9325028586, 9273574090, 7588815888

Email : noorimission92@gmail.com